

MAKTABA TUL HADITH HAZRO

By Alhadith at 12:38:56 AM, 2/26/2015



حافظ ندیم ظہیر

کلمۃ الحدیث

ماہ رمضان اور ہم

ایک مرتبہ پھر وہی رحمتوں، برکتوں، سعادتوں اور مغفرتوں کا مہینہ ہمارے سروں پر سایہ فگن ہے اور یہ تقاضا کر رہا ہے کہ دیکھنا کہیں ہمیشہ کی طرح اس بار بھی میری تمام تر فضیلتیں سمیٹنے سے محروم نہ رہ جانا..... شاید یہ زندگی کا آخری رمضان ہو..... دوبارہ ایسا بابرکت مہینہ نصیب میں نہ ہو..... کیا تم دیکھتے نہیں کتنے ہی ایسے ہیں جو تمہارے ساتھ سحری و افطاری میں شریک ہونے والے اور قیام رمضان میں ساتھ کھڑے ہونے والے لیکن..... آج نظر نہیں آ رہے! کیوں؟..... اس لیے کہ ان کا مقررہ وقت پورا ہو چکا ہے۔

﴿وَلَكِنْ يُوَخِّرُ اللَّهُ نَفْسًا إِذَا جَاءَ أَجَلُهَا﴾ کی صدا آچکی ہے بلکہ اب تو تم بھی..... اسی قطار میں کھڑے نظر آتے ہو، عنقریب..... تمہاری باری بھی آنے والی ہے پھر کیوں نہ اس زندگی کے بقیہ لمحات و ساعات سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنے آپ کو بدل دیں!

معصیت و نافرمانی کی دلدل سے نکل کر زہد و تقویٰ کے تالاب میں غوطہ زن ہوں، لیکن کیسے؟ ہم اپنی زندگیوں میں کس طرح انقلاب لائیں؟..... ہاں!..... رب کریم نے ہمیں ایک بہترین موقع عطا کیا ہے اور وہ ”ماہ رمضان“ ہے۔ ایک اور بات..... کہ ہم کس طرح اس مہینے کے شب و روز گزاریں تاکہ ہمارا رب رحیم ہم سے راضی ہو جائے اور ہمارے اعمال اس کے ہاں مقبول قرار پائیں؟ تو پھر ضروری ہے کہ درج ذیل باتوں کو ملحوظ رکھا جائے:

توبہ: سب سے پہلے اپنی سابقہ زندگی پر ایک نظر ڈالیں کہ جس قدر بھی گناہ ہوئے ہیں، اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی ہے خواہ قولاً ہے یا عملاً تو ان سب سے اپنے اللہ کے حضور سچے دل سے توبہ کریں، توبہ کا مفہوم ہی یہ ہے کہ گناہ کے کاموں سے لوٹنا، گناہ کا اعتراف اور آئندہ کبھی نہ کرنے کا عزم کرنا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا تَوْبُوا إِلَى اللَّهِ تَوْبَةً نَّصُوحًا ۖ عَسَىٰ رَبُّكُمْ أَنْ يُكَفِّرَ عَنْكُمْ

سَيَاتِكُمْ وَيُدْخِلْكُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ ﴿٨﴾ اے ایمان والو! اللہ کے حضور خالص توبہ کرو کچھ بعید نہیں کہ تمہارا پروردگار تم سے تمہاری برائیاں دور کر دے اور تمہیں ایسی جنتوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہ رہی ہیں۔ [التحریم: ۸]

ہو سکے تو خوفِ الہی سے چند قطرے آنسوؤں کے بھی شامل کر لیں کیونکہ نبی ﷺ نے فرمایا: وہ شخص جہنم میں نہیں جائے گا جو اللہ کے ڈر سے رویا۔ [ترمذی: ۱۶۳۳، صحیح]

نیز آپ ﷺ نے فرمایا: سات قسم کے لوگوں کو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اپنا سایہ عطا کرے گا۔ ان میں سے ایک وہ شخص ہے ”جسے تنہائی میں اللہ یاد آئے اور اس کے آنسو جاری ہو جائیں“ (بخاری: ۶۶۰، مسلم: ۱۰۳۱)

حصولِ تقویٰ: گناہوں کو چھوڑنے اور نیکی کے کام کرنے پر طبیعت کا مائل ہونا اور اپنے گناہوں کے انجام سے ڈر کر ان سے بچنے کی کوشش کرنا تقویٰ ہے اور ماہِ رمضان کا بڑا اور اہم مقصد تقویٰ کا حصول ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ﴾

اے ایمان والو! تم پر رمضان کے روزے فرض کر دیئے گئے ہیں جیسا کہ تم سے پہلے لوگوں پر بھی فرض کئے گئے تھے (اور اس کا مقصد یہ ہے) کہ تم میں تقویٰ پیدا ہو۔ [البقرہ: ۱۸۳]

تقویٰ اختیار کرنے کے دنیاوی و اخروی بہت زیادہ فوائد ہیں جس کا تذکرہ قرآن و سنت میں جا بجا ملتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجًا ۖ وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ﴾

جو اللہ سے ڈرتا ہے اللہ اس کے لیے (مشکلات سے) نکلنے کا راستہ آسان کر دیتا ہے اور اس کو ایسی جگہ سے رزق دیتا ہے جہاں سے اس کو وہم و گمان بھی نہیں ہوتا۔ [الطلاق: ۲، ۳]

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ سے ڈرو، اپنی پانچوں نمازیں ادا کرو، اپنے (رمضان کے) مہینے کے روزے رکھو، اپنے مالوں کی زکوٰۃ ادا کرو، اپنے حاکموں کی اطاعت کرو! تو تم اپنے رب کی جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔ [ترمذی: ۶۱۶، حسن]

روزے کی حفاظت: روزے کی حفاظت کرنا بہت ضروری ہے۔ کیونکہ اگر ہم نے اس سلسلے میں سُستی و کاہلی کا ثبوت دیا اور صحیح طریقے سے روزے کی حفاظت نہ کر سکے تو ہم اس کی فضیلتوں اور برکتوں سے محروم رہ سکتے ہیں۔ اس لیے لازم ہے کہ (روزے کے اجر و ثواب کو ختم کرنے والے اعمال مثلاً) جھوٹ، بہتان چغلی، غیبت اور لڑائی جھگڑے سے بچا جائے خصوصاً زبان کی حفاظت کی جائے اور تقویٰ اختیار کیا جائے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: کتنے ہی روزے دار ایسے ہیں جنہیں پیاس کے علاوہ کچھ حاصل نہیں ہوتا اور کتنے ہی قیام (اللیل) کرنے والے ایسے ہیں جنہیں بیداری کے سوا کچھ نہیں ملتا۔

[ابن ماجہ: ۱۶۹۰، دارمی: ۲۷۲۲، اسنادہ حسن]

یعنی جو شخص بھی مذکورہ خرافات سے نہیں بچتا اس کا روزہ اسے کچھ فائدہ نہیں دیتا۔ نیز نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جو شخص جھوٹ بولنا اور اس پر عمل نہیں چھوڑتا تو اللہ کو اس کے بھوکے پیاسے رہنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ [بخاری: ۱۹۰۳]

قیام اللیل: اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق کو مربوط کرنے کا اہم ذریعہ قیام اللیل ہے اور رمضان میں قیام اللیل فضیلت کے لحاظ سے اور بھی بڑھ جاتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص ایمان کی حالت میں اور ثواب کی نیت سے قیام رمضان کرتا ہے تو اس کے گزشتہ گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔ [بخاری: ۳۷]

یہاں ایک بات کا خیال رہے کہ بعض حضرات یہ سمجھتے ہیں کہ ”قیام رمضان اکیلے اور گھر میں کرنا زیادہ بہتر ہے لہذا ہم گھر میں قیام کریں گے“، لیکن وہ بچارے ساری رات بستر پر سوئے ہی گزار دیتے ہیں (إلا ما شاء اللہ) اور بعض حضرات قیام رمضان باجماعت کو سنت سمجھنے سے ہی انکاری ہیں!۔

ایسے حضرات کی اصلاح کے لیے اس لمبی حدیث کا ایک حصہ پیش خدمت ہے جو آپ ﷺ نے قیام رمضان کے بارے میں فرمایا تھا:

”یقیناً جب آدمی امام کے ساتھ نماز پڑھ کر فارغ ہو جاتا ہے تو بقیہ رات (بھی ثواب کے لحاظ

سے) قیام ہی میں شمار کی جاتی ہے۔“

[ابوداؤد: ۱۳۷۵، ترمذی: ۸۰۶، نسائی: ۱۳۶۵، ابن ماجہ: ۳۳۷، اسنادہ صحیح]

امید ہے کہ اس قدر قیام رمضان باجماعت کی فضیلت جان کر حیلوں اور بہانوں سے احتراز کیا جائے گا۔

تلاوت قرآن مجید کی کثرت: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قرآن (کثرت سے) پڑھا کرو، اس لیے کہ قیامت والے دن یہ اپنے (پڑھنے والے) ساتھیوں کے لیے سفارشی بن کر آئے گا۔ [مسلم: ۸۰۴]

یہ حقیقت ہے کہ اجر و ثواب کے لحاظ سے ماہ رمضان میں کیا ہوا عمل زیادہ افضل ہے لیکن دیکھنے میں آیا ہے کہ لوگ رمضان میں تو خوب قرآن پڑھتے اور سنتے ہیں اور دیگر مہینوں میں قرآن مجید چھونے کی توفیق بھی نہیں ہوتی۔ (والعیاذ باللہ)

ذکر الہی سے زبان تر رکھنا: لغویات و فضولیات کو ترک کر کے ہمیشہ اپنی زبان کو اللہ تعالیٰ کے ذکر سے تر رکھنا چاہیے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اپنے تمام اوقات میں اللہ کا ذکر فرمایا کرتے تھے۔ [مسلم: ۳۷۳]

دوسرے مقام پر آپ ﷺ نے فرمایا: تیری زبان ہمیشہ اللہ کے ذکر سے تر رہنی چاہئے۔

[ابن ماجہ: ۳۷۹۳، اسنادہ حسن]

صبح و شام کے اذکار کی بھی پابندی کرنی چاہیے جیسا کہ دیگر دلائل سے ثابت ہے۔
اعتکاف: رمضان کے آخری عشرے میں اعتکاف کرنا سنت نبوی ہے اور یہ تذکیہ نفس کا بہترین ذریعہ ہے۔ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ آخری عشرے میں اعتکاف فرمایا کرتے تھے۔ [بخاری: ۲۰۲۵، مسلم: ۱۱۷۱]

آخری عشرہ: اس عشرے میں اپنی تمام تر توانائی اس پہ خرچ کر دینی چاہیے کہ ہم سے ہمارا اللہ راضی ہو جائے اور ہماری کمیوں، کوتاہیوں اور خطاؤں سے درگزر فرمادے اور نیکیوں کے حصول میں اضافہ اور جذبہ سبقت ہو۔ آخری عشرے میں رسول اللہ ﷺ بھلائی میں تیز

ہو اسے بھی زیادہ سخاوت کرتے تھے۔ [بخاری: ۶، مسلم: ۲۳۰۸]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب (آخری) عشرہ شروع ہو جاتا تو رسول اللہ ﷺ شب بیداری فرماتے اور اپنے گھر والوں کو بھی بیدار کرتے اور (عبادت کے لیے) کمر کس لیتے۔ [بخاری: ۲۲۲۴، مسلم: ۱۷۷۴]

لیلۃ القدر: اسی عشرے میں لیلۃ القدر ہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ ۚ وَمَا أَدْرَاكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ ۚ لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَبِيرٌ مِّنْ أَلْفِ شَهْرٍ﴾ ہم نے اس (قرآن) کو شب قدر میں نازل کیا اور آپ کو کیا معلوم کہ شب قدر کیا ہے؟ شب قدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ [القدر: ۳]

لہذا آخری عشرے میں لیلۃ القدر کو تلاش کرنا چاہیے، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص لیلۃ القدر میں ایمان کے ساتھ اور ثواب کی نیت سے قیام کرے تو اس کے سابقہ گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔ [بخاری: ۲۰۰۸، مسلم: ۷۶۰]

نیز رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم لیلۃ القدر کو رمضان کے آخری عشرے کی طاق راتوں میں تلاش کرو۔ [بخاری: ۲۰۲۰]

ایک اہم بات: جو سلسلہ رمضان کی مبارک ساعتوں میں قائم کیا جائے وہ بقیہ گیارہ مہینوں میں بھی برقرار رہنا چاہیے کہیں ایسا نہ ہو کہ جو شخص رمضان میں قیام اللیل اور اشراق وغیرہ تک کی پابندی کرتا تھا وہ غیر رمضان میں فرض نماز بھی چھوڑ بیٹھے اور پھر اسی معصیت و نافرمانی کی دلدل میں جا گرے جہاں پہلے پھنسا ہوا تھا اور مہینے بھر کے ”اعمالِ صالحہ“ کی کمائی اکارت کر دے۔ (والعیاذ باللہ)

اس لئے ضروری ہے کہ اس مبارک مہینے میں اپنا احتساب کرتے ہوئے ہمیشہ کے لئے صراطِ مستقیم کا احتساب کر لیں اور اپنا ہر لمحہ ہر لحظہ قرآن و سنت کے مطابق گزار کر آخرت میں اللہ کے ہاں سرخ رو ہو جائیں۔ ان شاء اللہ

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں اپنے دین کے لیے چن لے اور ہم سے راضی ہو جائے (آمین)

حافظ زبیر علی زئی

فقہ الحدیث

دلوں میں وسوسے اور اُن کا حل

الفصل الثانی

[۷۳] عن ابن عباس: أن النبي ﷺ جاءه رجل فقال: إني أحدث نفسي بالشئ لأن أكون حُمَمَةً أحب إلي من أن أتكلم به - قال: ((الحمد لله الذي ردّ أمره إلى الوسوسة)) رواه أبو داود.

(سیدنا) ابن عباس (رضی اللہ عنہما) سے روایت ہے کہ نبی ﷺ کے پاس ایک آدمی آیا اور کہا: میں اپنے دل میں کسی چیز کا خیال کرتا ہوں لیکن اس کے بارے میں بتانے کے بجائے (جل کر) کونکہ بن جانا پسند کرتا ہوں۔ آپ نے فرمایا: حمد وثنا اللہ کے لئے ہے جس نے (شیطان کی) اس بات کو وسوسے تک (محدود) رکھا ہے۔ اسے ابو داود (۵۱۱۲) نے روایت کیا ہے۔

تحقیق الحدیث:

اس حدیث کی سند صحیح ہے۔ اسے ابو داود کے علاوہ احمد بن حنبل (۲۳۵/۱ ح ۲۰۹۷) عبد بن حمید (المختب: ۷۰۱) نسائی (الکبریٰ ۱۰۵۰۴، عمل الیوم واللیلۃ: ۶۶۸) طحاوی (معانی الآثار ۲۵۲/۲) ابن حبان (الاحسان: ۱۴۷) بیہقی (شعب الایمان: ۳۴۱، ۳۴۲) اور ابن مندہ (الایمان: ۳۴۵) نے روایت کیا ہے۔

فقہ الحدیث:

- ① اس حدیث سے معلوم ہوا کہ صحیح العقیدہ اہل حق کے دلوں میں بھی شیطان مسلسل وسوسے ڈالنے کی کوشش میں لگا رہتا ہے۔
- ② صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین ایمان کے اعلیٰ ترین درجوں پر فائز تھے۔ وہ شیطانی وسوسوں سے سخت نفرت کرتے تھے۔ ③ حممہ جلے ہوئے کونکے کو کہتے ہیں۔
- ④ اللہ کے فضل و کرم پر الحمد للہ کہنا چاہئے۔

[۷۴] وعن ابن مسعود قال قال رسول الله ﷺ: ((إن للشيطان لَمَّةً بَابَنِ آدَمَ، وَلِلْمَلَكِ لَمَّةٌ، فَأَمَّا لَمَّةُ الشَّيْطَانِ فإِيعَادُ الْبَشَرِ وَتَكْذِيبُ الْحَقِّ، وَأَمَّا لَمَّةُ الْمَلِكِ فإِيعَادُ الْخَيْرِ وَتَصْدِيقُ الْحَقِّ، فَمَنْ وَجَدَ ذَلِكَ فَلْيَعْلَمْ أَنَّهُ مِنَ اللَّهِ فَلْيَحْمَدِ اللَّهَ، وَمَنْ وَجَدَ الْآخَرَ فَلْيَتَعَوَّذْ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ)) ثم قرأ ﴿الشَّيْطَانُ يَعِدُكُمُ الْفَقْرَ وَيَأْمُرُكُمْ بِالْفَحْشَاءِ﴾^ع رواه الترمذي وقال: هذا حديث غريب۔

(سیدنا) ابن مسعود (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک بنی آدم پر شیطان کا اثر ہوتا ہے اور فرشتے کا اثر (بھی) ہوتا ہے۔ شیطان کا اثر (بطور وسوسہ) یہ ہے کہ وہ اُس کے ساتھ بُرائی کے وعدے کرتا ہے اور حق جھٹلانے کی ترغیب دیتا ہے۔ فرشتے کا اثر یہ ہے کہ وہ اس کے ساتھ خیر کے وعدے کرتا ہے اور تصدیقِ حق کی ترغیب دیتا ہے۔ جو شخص ایسی حالت پائے تو اللہ کی حمد و ثنا کرے اور جو شخص دوسری (شیطانی) حالت محسوس کرے تو شیطانِ مردود (کے شر) سے اللہ کی پناہ مانگے۔ پھر آپ نے (یہ آیت) تلاوت فرمائی: شیطان تمہیں فقر سے ڈراتا ہے اور بے حیائی کا حکم دیتا ہے۔ اسے ترمذی (۲۹۸۸) نے روایت کیا اور کہا: یہ حدیث ”غریب“ ہے۔

تحقیق الحدیث:

اس روایت کی سند ضعیف ہے۔ اسے ترمذی کے علاوہ نسائی (الکبریٰ: ۱۱۰۵۱) اور ابن حبان (الاحسان: ۹۹۳ دوسرا نسخہ: ۹۹۷) نے بھی روایت کیا ہے۔

اس روایت کے بنیادی راوی عطاء بن السائب آخری عمر میں حافظے کی خرابی کی وجہ سے اختلاط کا شکار ہو گئے تھے۔ دیکھئے نہایت الاعتباط بمن رمی من الرواة بالاختلاط (۷۱) والکواکب النیرات (ص ۳۱۹)

ابوحاتم الرازی نے کہا: ”اختلط بأخرة“ وہ (عطاء بن السائب) آخر میں اختلاط کا شکار ہو گئے تھے۔ (علل الحدیث ۲/۲۳۲ ج ۲۲۲۰)

عطاء بن السائب کے اختلاط سے پہلے درج ذیل راویوں نے ان سے روایت سنی ہے:

(۱) شعبہ (۲) سفیان الثوری (۳) حماد بن زید (۴) حماد بن سلمہ عند الجہور (۵) ہشام الدستوائی عند ابی داؤد (۶) سفیان بن عیینہ (۷) ایوب السخثانی (۸) زہیر (۹) زائدہ بن قدامہ (۱۰) اعمش، دیکھئے الکواکب النیرات مع الشرح (ص ۳۱۹ تا ۳۳۵) روایت مذکورہ کے راوی ابوالاحوص سلام بن سلیم کا عطاء بن السائب سے سماع قبل از اختلاط ثابت نہیں ہے۔

تنبیہ (۱): سنن الترمذی کے قدیم قلمی نسخے میں ”ہذا حدیث حسن غریب“ لکھا ہوا ہے۔ دیکھئے ص ۱۹۴)

تنبیہ (۲): یہ روایت بعض ضعیف سندوں سے موقوفاً بھی مروی ہے۔ واللہ اعلم

[۷۵] وعن أبي هريرة عن رسول الله ﷺ قال: ((لا يزال الناس يتساءلون حتى يقال: هذا خلق الله والخلق، فمن خلق الله؟ فإذا قالوا ذلك فقولوا: الله أحد، الله الصمد، لم يلد ولم يولد ولم يكن له كفواً أحد، ثم ليتفلن عن يساره ثلاثاً وليستعذ بالله من الشيطان الرجيم))

رواہ ابو داؤد، وسند کر حدیث عمرو بن الاحوص فی باب خطبة يوم النحر إن شاء الله تعالى۔

(سیدنا) ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: لوگ (ایک دوسرے سے) پوچھتے (یا اپنے دل میں تصوراتی سوالات کرتے) رہیں گے حتیٰ کہ کہا جائے گا: اللہ نے یہ مخلوقات پیدا کی ہیں، پس اللہ کو کس نے پیدا کیا ہے؟ جب وہ ایسا کہہ دیں تو کہو: اللہ ایک ہے، اللہ بے نیاز ہے، نہ اس سے کوئی پیدا ہوا اور نہ وہ کسی سے پیدا ہوا، اس کا کوئی شریک نہیں، پھر بائیں طرف تین دفعہ تھکا رہنا چاہئے اور اللہ سے شیطان مردود کی پناہ مانگنی چاہئے۔ اسے ابو داؤد (۲۲/۴ مختصراً) نے روایت کیا ہے اور (سیدنا) عمرو بن الاحوص (رضی اللہ عنہ) والی حدیث ہم خطبہ يوم النحر کے باب (ح ۲۶۷۰) میں ذکر کریں گے۔ ان شاء اللہ

تحقیق الحدیث

اس روایت کی سند حسن (لذاتہ) ہے۔ اسے نسائی (الکبریٰ: ۱۰۴۹۷، عمل الیوم واللیلۃ: ۶۶۱) ابن السنی (۶۲۷ دوسرا نسخہ: ۶۲۸) ابن ابی عاصم (السنۃ: ۶۵۳ دوسرا نسخہ: ۶۶۵) اور ابن عبدالبر (التمہید ۱۴۶/۷ من حدیث ابی داود) نے ”محمد بن إسحاق بن یسار: حدثني عتبة بن مسلم مولیٰ بني تميم عن أبي سلمة بن عبد الرحمن عن أبي هريرة رضي الله عنه“ کی سند سے الفاظ کے اختلاف کے ساتھ بیان کیا ہے۔ محمد بن اسحاق بن یسار اگر سماع کی تصریح کریں تو صدوق حسن الحدیث ہیں، خواہ احکام ہوں یا تاریخ و مغازی۔ راقم الحروف نے ان کے بارے میں ایک رسالہ لکھا ہے۔ عتبہ سے لے کر آخر تک سند بخاری و مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔

فقہ الحدیث:

① شیطانی وسوسوں پر انسان کا کنٹرول نہیں ہے لیکن اگر ایسے وسوسے اس کے دل میں آئیں تو اسے چاہئے کہ فوراً اللہ سے دعا کرے کہ وہ اسے شیطان مردود کے وسوسوں سے بچائے۔ اسے بائیں طرف تھکا کرنا بھی چاہئے تاکہ اس شیطانی وسوسے کا اثر زائل ہو جائے۔
② فضول سوالات سے مکمل اجتناب کرنا چاہیے۔

③ سیدنا عمرو بن الاحوص رضی اللہ عنہ کی روایت میں آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر فرمایا: تمھارا خون، تمھارے مال اور عزتیں تم پر اس طرح حرام ہیں جیسے آج (حج اکبر) کا دن اس شہر (مکہ) میں حرام ہے۔ خبردار! جو شخص بھی ظلم کرتا ہے تو وہ صرف اپنے آپ پر ہی ظلم کرتا ہے اور کوئی بیٹا اپنے باپ کے بدلے یا باپ اپنے بیٹے کے بدلے میں پکڑا نہ جائے گا۔ خبردار! شیطان مایوس ہو گیا ہے کیونکہ اس شہر میں اس کی عبادت کبھی نہیں کی جائے گی لیکن اس کی پیروی کرنے والے لوگ ہوں گے جو ان اعمال میں اُس کی پیروی کریں گے جنہیں تم حقیر سمجھتے ہو۔ پس وہ شیطان ان حقیر اعمال (چھوٹے گناہوں) پر بھی خوش ہوگا۔
(مشکوٰۃ المصابیح: ۲۶۷، ابن ماجہ: ۳۰۵۵، الترمذی: ۲۱۵۹ صحیح وسندہ حسن)

فضل اکبر کا شیری

رحمة للعالمین

رب العالمین ارشاد فرماتا ہے:

﴿وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ﴾

اور ہم نے آپ کو تمام جہان والوں کے لئے رحمت بنا کر ہی بھیجا ہے۔

[الانبیاء: ۱۰۷]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ لوگوں نے کہا: اے اللہ کے رسول! مشرکوں کے لئے (لعت کی) بددعا کیجئے آپ ﷺ نے فرمایا:

((إِنِّي لَمْ أَبْعَثْ لِعَانًا وَإِنَّمَا بَعَثْتُ رَحْمَةً))

مجھے لعنت کرنے والا نہیں بھیجا گیا بلکہ مجھے رحمت بنا کر بھیجا گیا ہے۔ [مسلم: ۶۶۱۳]

چونکہ آپ رحمة للعالمین ہیں لہذا غصے اور غضب میں آپ کا کسی مسلمان کو لعنت یا سب و شتم کرنا بھی قیامت کے دن موجب رحمت قرار پائے گا۔

[دیکھئے ابوداؤد: ۴۶۵۹ و اسنادہ حسن، مسند احمد ۵/۳۳۷ ج ۲۳۷۰۶]

کامل مومنوں کے لئے آپ رحمت ہیں کیونکہ آپ کی اتباع دنیا و آخرت میں کامیابی کا سبب ہے۔ محاربین سے جہاد کرنا اُن کے لئے رحمت ہے تاکہ وہ اسلام قبول کر لیں۔ اہل ذمہ سے جزیہ لینا اُن کے لئے رحمت اور امن کا سبب ہے۔ منافقوں کے دل میں کفر ہوتا ہے لیکن ظاہری طور پر اُن کو مومنوں کی طرح حقوق دیئے جاتے ہیں یہ اُن کے لئے رحمت ہے۔

سورة التوبة آیت نمبر ۴۱ میں مومنوں کے لئے رحمت کی تخصیص کی گئی ہے لہذا اُس سے خاص رحمت مراد ہے۔ یہ آپ ﷺ کی رحمت ہی کا نتیجہ ہے کہ آپ کی امت بالکلیہ تباہی و بربادی سے محفوظ کر دی گئی یعنی اس پر کلی عذاب نہیں آئے گا۔ جبکہ گزشتہ نافرمان

امتیس حرف غلط کی طرح مٹا دی گئیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنْفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ﴾

یقیناً تمہارے پاس ایک ایسے رسول تشریف لائے ہیں جو تمہاری جنس سے ہیں، جنہیں تمہاری تکلیف کی بات نہایت گراں گزرتی ہے، جو تمہارے فائدے کے بڑے خواہشمند رہتے ہیں۔ مومنوں پر بڑے ہی شفیق اور مہربان ہیں۔ [التوبہ: ۱۲۸]

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”میری اور لوگوں کی مثال ایک ایسے شخص کی ہے جس نے آگ جلائی، جب اس کے آس پاس روشنی ہو گئی تو پروانے اور کیڑے مکوڑے جو آگ میں گرتے ہیں اس (آگ) میں گرنے لگے اور (آگ جلانے والا) ان کو اس میں سے نکالنے لگا لیکن وہ اس پر غالب رہے اور آگ میں گرتے ہی رہے۔ اسی طرح میں تمہیں تمہاری پشتوں سے پکڑ پکڑ کر (آگ سے دور کرنے کے لئے) کھینچتا ہوں اور تم ہو کہ اسی میں زبردستی گرتے جاتے ہو۔“

[بخاری: ۶۴۸۳، مسلم: ۲۲۸۴]

آپ ﷺ جانوروں کے لئے بھی باعثِ رحمت تھے۔

ایک بار اللہ کے نبی ﷺ ایک انصاری کے باغ میں رفع حاجت کے لئے گئے اس میں ایک اونٹ تھا جو رسول اللہ ﷺ کو دیکھ کر بلبلایا اور آبدیدہ ہو گیا۔ آپ اس کے پاس گئے اور اس کی کنپٹی پر ہاتھ پھیرا اور فرمایا: یہ کس کا اونٹ ہے؟ ایک انصاری نوجوان نے آکر کہا: ”میرا یا رسول اللہ“ آپ نے فرمایا: اس جانور کے بارے میں جس کا اللہ نے تمہیں مالک بنایا ہے اللہ سے نہیں ڈرتے؟ اس نے مجھ سے شکایت کی کہ تم اس کو بھوکا رکھتے ہو اور اس پر جبر کرتے ہو۔ [مسند احمد: ۲۰۴/۱ ج ۲۵، اسندہ صحیح واصلی صحیح مسلم: ۳۴۲]

حافظ زبیر علی زئی

توضیح الاحکام

کیا اہل حدیث نام صحیح ہے؟

سوال ہم اہل حدیث کیوں ہیں؟ ہم مسلمین (مسلمان) کیوں نہیں ہیں؟ کیا کوئی صحابی اہل حدیث تھا؟ یا اس نے اپنا نام اہل حدیث رکھا ہو؟ دلائل سے واضح کریں ہم اہل حدیث کیوں ہیں؟ (جزاکم اللہ خیراً) یہ سوال ”جماعت المسلمین“ (فرقہ مسعودیہ) کی طرف سے ہے اور بخاری کی حدیث بھی پیش کی ہے کہ جماعت المسلمین اور اس کے امام کو لازم پکڑو۔ [ایک سائل، اسی طرح کا ایک سوال اُم خالد کا مرہ کی طرف سے بھی آیا ہے۔]

جواب ”مسلمین“، مسلم کی جمع ہے اور بالا جماع مسلم مسلمان و مطیع و فرمان بردار کو کہتے ہیں۔ مسلمانوں کے بہت سے نام اور القاب ہیں۔ مثلاً مہاجرین، انصار، صحابہ، و تابعین وغیرہ، ایک صحیح حدیث میں آیا ہے:

((فادعوا بدعوى الله الذي سماكم المسلمين المؤمنين عباد الله))

پس پکارو، اللہ کی پکار کے ساتھ جس نے تمہارے نام مسلمین، مؤمنین (اور)

عباد اللہ رکھے ہیں۔ [سنن ترمذی (۲۸۶۳) وقال: ”حسن صحیح غریب“ وصحیح ابن حبان

(موارد ۱۲۲۲-۱۵۵۰) والجام (۱۱۸، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲) ووافقه الذہبی]

اس کی سند صحیح ہے۔ یحییٰ بن ابی کثیر نے سماع کی تصریح کر دی ہے۔

موسیٰ بن خلف ابو خلف عن یحییٰ بن ابی کثیر الخ کی روایت میں آیا ہے:

((فادعوا المسلمين بأسمائهم بما سماهم الله عز وجل المسلمين

المؤمنين عباد الله عز وجل))

مسلمانوں کو ان کے ناموں مسلمین، مؤمنین (اور) عباد اللہ عز وجل سے پکارو

جو کہ اللہ عز وجل نے ان کے نام رکھے ہیں۔

(مسند احمد ۴/۱۳۰ ح ۳۰۲، ۷/۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱۳، ۱۴۱۴، ۱۴۱۵، ۱۴۱۶، ۱۴۱۷، ۱۴۱۸، ۱۴۱۹، ۱۴۲۰، ۱۴۲۱، ۱۴۲۲، ۱۴۲۳، ۱۴۲۴، ۱۴۲۵، ۱۴۲۶، ۱۴۲۷، ۱۴۲۸، ۱۴۲۹، ۱۴۳۰، ۱۴۳۱، ۱۴۳۲، ۱۴۳۳، ۱۴۳۴، ۱۴۳۵، ۱۴۳۶، ۱۴۳۷، ۱۴۳۸، ۱۴۳۹، ۱۴۴۰، ۱۴۴۱، ۱۴۴۲، ۱۴۴۳، ۱۴۴۴،

اس روایت کی سند حسن لذاتہ ہے۔ اس کا ایک راوی ابو خلف موسیٰ بن خلف ہے جو جمہور محدثین کے نزدیک موثق ہے لہذا صدوق حسن الحدیث ہے۔

مسند احمد (۵/۲۴۴ ح ۲۳۲۹۸) میں اس کا ایک صحیح شاہد یعنی تائید والی روایت بھی ہے لہذا روایت مذکورہ بالکل صحیح ہے۔ والحمد للہ۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مسلمانوں کے اور بھی نام ہیں لہذا بعض لوگوں کا یہ کہنا کہ ”ہمارا نام صرف ایک: مسلم“ ہے، غلط اور باطل ہے۔

صحیح مسلم کے مقدمے میں مشہور تابعی محمد بن سیرین رحمہ اللہ کا قول لکھا ہوا ہے کہ

”فینظر إلى أهل السنة فيؤخذ حديثهم“

پس اہل سنت کی طرف دیکھا جاتا تھا اور ان کی حدیث قبول کی جاتی تھی۔

(باب ۵ حدیث نمبر ۲۷۷۲ ترمذی دار السلام)

اس قول کے راویوں اور امام مسلم کی رضا مندی سے یہ قول موجود ہے۔ صحیح مسلم ہزاروں لاکھوں علماء نے پڑھی ہے مگر کسی نے اس قول پر اعتراض نہیں کیا کہ مسلمانوں کا نام اہل سنت غلط ہے۔ معلوم ہوا کہ اس پر مسلمانوں کا اجماع ہے کہ اہل سنت نام صحیح ہے۔

ایک صحیح حدیث میں آیا ہے کہ طائفہ منصورہ ہمیشہ غالب رہے گا۔ اس کی تشریح میں

امام بخاری فرماتے ہیں: ”يعني أهل الحديث“

یعنی اس سے مراد اہل الحدیث ہیں۔ (مسألة الاحتجاج بالشافعي للخطيب ص ۴۷ وسندہ صحیح)

امام بخاری کے استاد علی بن عبد اللہ المدینی ایسی روایت کی تشریح میں فرماتے ہیں:

”هم أهل الحديث“ وہ اہل الحدیث ہیں۔

(سنن الترمذی، ابواب الفتن باب ما جاء في الأئمة المصلين ح ۲۲۲۹ نسخہ عارضۃ الاحوذی:

۴/۹ وسندہ صحیح)

امام قتیبہ بن سعید نے فرمایا:

”إذا رأيت الرجل يحب أهل الحديث فإنه على السنة“ الخ

اگر تو کسی آدمی کو دیکھے کہ وہ اہل الحدیث سے محبت کرتا ہے تو (سمجھ لے کہ) وہ

شخص سنت پر (چل رہا) ہے۔ (شرف اصحاب الحدیث للخطیب ص ۱۳۲ ح ۱۳۳ و سندہ صحیح)
احمد بن سنان الواسطی نے فرمایا:

”لیس فی الدنیا مبتدع إلا وہو یبغض أهل الحديث“
دنیا میں کوئی بھی ایسا بدعتی نہیں ہے جو کہ اہل الحدیث سے بغض نہیں رکھتا۔
(معرفۃ علوم الحدیث للحاکم ص ۴ و سندہ صحیح)

امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں:

”إن لم تكن هذه الطائفة المنصورة أصحاب الحديث فلا أدري من هم۔“
اگر اس طائفہ منصورہ سے مراد اصحاب الحدیث نہیں ہیں تو پھر میں نہیں جانتا
کہ وہ کون ہیں۔ (معرفۃ علوم الحدیث للحاکم ص ۲ و صحیح ابن حجر فی فتح الباری ۱۳/۲۵۰)
حفص بن غیاث نے اصحاب الحدیث کے بارے میں کہا:
”هم خير أهل الدنيا“ یہ دنیا میں بہترین لوگ ہیں۔
(معرفۃ علوم الحدیث للحاکم ص ۳ و سندہ صحیح)

امام شافعی فرماتے ہیں:

”إذا رأيت رجلاً من أصحاب الحديث فكأنني رأيت النبي ﷺ حياً“
جب میں اصحاب الحدیث میں سے کسی شخص کو دیکھتا ہوں، تو گویا میں نبی ﷺ کو زندہ دیکھتا ہوں۔ (شرف اصحاب الحدیث للخطیب ص ۸۵ ح ۹۴ و سندہ صحیح)
المحدث الصدوق امام ابن قتیبہ الدینوری (متوفی ۲۶۶ھ) نے ایک کتاب لکھی ہے:
”تأويل مختلف الحديث في الرد على أعداء أهل الحديث“
اس کتاب میں انھوں نے ”اہل الحدیث“ کے اعداء (دشمنوں) کا زبردست
رد کیا ہے۔

یہ تمام اقوال محدثین کے درمیان بلا انکار و بلا اعتراض شائع و ذائع اور مشہور ہیں۔
لہذا معلوم ہوا کہ ”اہل الحدیث“ نام کے جائز و صحیح ہونے پر ائمہ مسلمین کا اجماع
ہے۔ اور یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ امت مسلمہ گمراہی پر اجماع نہیں کر سکتی۔

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ((لا يجمع الله أمتي
أوقال: هذه الأمة على الضلالة أبداً ويد الله على الجماعة))
اللہ میری امت کو – یا فرمایا اس امت کو گمراہی پر کبھی جمع نہیں کرے گا اور اللہ
کا ہاتھ جماعت (اجماع) پر ہے۔ (المستدرک ۱۱۶، ج ۳۹۸، ۳۹۹، سندہ صحیح)
ان چند دلائل مذکورہ سے معلوم ہوا کہ مسلمین کا صفاتی نام اور لقب اہل الحدیث
واہل السنۃ بھی ہے اور یہی گروہ طائفہ منصورہ ہے۔ [تفصیلی دلائل آگے آرہے ہیں۔]
اہل الحدیث کے دو ہی مفہوم ممکن ہیں:

① صحیح العقیدہ محدثین کرام
② صحیح العقیدہ عوام جو محدثین کے منہج پر ان کی اقتداء بادلیل کرتے ہیں۔
دیکھئے: مقدمۃ الفرقۃ الجدیدہ (ص ۱۹) و مجموع فتاویٰ ابن تیمیہ (۹۵/۴)
یہ بات ثابت شدہ ہے کہ طائفہ منصورہ جنت میں جائے گا کیونکہ یہ اہل حق ہیں تو کیا
صرف محدثین کرام ہی جنت میں جائیں گے اور ان کے عوام باہر دروازے پر ہی رہ جائیں گے؟
معلوم ہوا کہ طائفہ منصورہ میں محدثین اور ان کے عوام دونوں ہی شامل ہیں۔
قرآن وحدیث کو اپنی عقل سے سمجھنے والے اور منکرِ اجماع مسعود احمد بی ایس سی تکفیری نے
لکھا ہے:

”ہم بھی محدثین کو اہل الحدیث کہتے ہیں۔ زبیر صاحب کا مذکورہ بالا قول ہماری تائید ہے نہ
کہ تردید۔“ (الجماعۃ القدیمہ بواب الفرقۃ الجدیدہ ص ۵)
حدیث بیان کرنے والوں کو محدثین کہتے ہیں۔ یہ عوام المسلمین کو بھی معلوم ہے صحابہ وتابعین
نے احادیث بیان کی ہیں لہذا اثبات ہوا کہ صحابہ وتابعین سب محدثین (اہل الحدیث) تھے۔
مسعود صاحب پر ایک نئی ”وحی“ نازل ہوئی ہے، وہ متکبرانہ اعلان کرتے ہیں کہ
”محدثین تو گزر گئے اب تو وہ لوگ رہ گئے ہیں جو ان کی کتابوں سے نقل کرتے ہیں۔“

(الجماعۃ القدیمہ ص ۲۹)

اس پر تبصرہ کرتے ہوئے برادر محترم ڈاکٹر ابو جابر الدامانوی فرماتے ہیں:

”گویا موصوف کے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح محمد رسول اللہ ﷺ پر نبوت کا سلسلہ ختم ہو چکا ہے اسی طرح محدثین کا سلسلہ بھی کسی خاص محدث پر ختم ہو چکا ہے اور اب قیامت تک کوئی محدث پیدا نہیں ہوگا اور اب جو بھی آئے گا وہ صرف ناقل ہی ہوگا۔ جس طرح لوگوں نے اجتہاد کا دروازہ بند کر دیا۔ کسی نے بارہ کے بعد ائمہ کا سلسلہ ختم کر دیا۔ موصوف کا خیال ہوگا کہ اسی طرح محدثین کی آمد کا سلسلہ بھی اب ختم ہو چکا ہے لیکن اس سلسلہ میں انھوں نے کسی دلیل کا ذکر نہیں کیا، اقوال الرجال تو ویسے ہی موصوف کی نگاہ میں قابل التفات نہیں ہیں البتہ اپنے ہی قول کو انھوں نے اس سلسلہ میں حجت مانا ہے۔ حالانکہ جو لوگ بھی فن حدیث کے ساتھ شغف رکھتے ہیں ان کا شمار محدثین کے زمرے میں ہوتا ہے۔“
(خلاصۃ الفرقۃ الجدیدہ ص ۵۵)

صحیح بخاری والی حدیث ”تَلَزَمُ جَمَاعَةُ الْمُسْلِمِينَ وَإِمَامَهُمْ“

جماعت المسلمین اور اس کے امام کو لازم پکڑو (۷۰۸۴)

اس حدیث پر امام بخاری کے لکھے ہوئے باب ”کیف الأمر إذا لم تكن جماعة“ کی تشریح میں حافظ ابن حجر فرماتے ہیں:

”والمعنى ما الذي يفعل المسلم في حال الاختلاف من قبل أن يقع

الإجماع على خليفة“ اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ ایک خلیفہ پر اجماع ہونے سے پہلے حالت اختلاف میں مسلمان کیا کرے؟ (فتح الباری ۱۳/۳۵ ج ۷۰۸۴)
یعنی حنفی لکھتے ہیں:

”وحاصل معنى الترجمة أنه إذا وقع اختلاف ولم يكن خليفة فكيف يفعل

المسلم من قبل أن يقع الإجماع على خليفة“ اس باب کا خلاصہ یہ ہے کہ جب اختلاف ہو جائے اور خلیفہ نہ ہو تو خلیفہ پر اجماع سے پہلے مسلمان کیا کرے گا؟

(عمدة القاری ج ۲۳ ص ۹۳ کتاب الفتن)

”جماعة“ کی تشریح میں قسطلانی لکھتے ہیں:

”مجتمعون على خليفة“ ایک خلیفہ پر جمع ہونے والے۔ (ارشاد الساری ج ۱ ص ۱۸۳)

ابوالعباس احمد بن عمر بن ابراہیم القرطبی (متوفی ۶۵۶ھ) لکھتے ہیں:

”یعنی: أنه متى اجتمع المسلمون على إمام فلا يخرج عليه وإن جار كما تقدم وكما في الرواية الأخرى: فاسمع وأطع، وعلى هذا فتشهد مع أئمة الجور الصلوات والجماعات والجهاد والحج وتجنب معاصيهم ولا يطاعون فيها“

یعنی: جب بھی تمام مسلمان کسی امام (خلیفہ) پر جمع ہو جائیں تو اس کے خلاف خروج نہیں کیا جائے گا اگرچہ وہ ظالم ہو، جیسا کہ گزر چکا ہے اور جیسا کہ دوسری روایت میں آیا ہے: پس سنو اور اطاعت کرو (اگرچہ وہ تمہاری پیٹھ پر مارے) اس حدیث کی رو سے نمازیں، جماعتیں، جہاد اور حج (وغیرہ) ظالم حکمرانوں کے ساتھ مل کر ادا کی جاتی ہیں۔ اُن کے گناہوں سے اجتناب کیا جاتا ہے اور ان پر طعن نہیں کیا جاتا۔ (المفہم لما اشکل من تلخیص کتاب مسلم ج ۴ ص ۵۷) قرطبی مزید فرماتے ہیں:

”فلو بايع أهل الحل والعقد لو احد موصوف بشر وط الإمامة لا نعقدت له الخلافة وحرمت على كل أحد المخالفة“

پس اگر (تمام) اہل حل و عقد امامت کے کسی مستحق کی بیعت کر لیں تو اس کی خلافت قائم ہو جاتی ہے اور ہر ایک پر اس کی مخالفت حرام ہو جاتی ہے۔ (المفہم ج ۴ ص ۵۷، ۵۸) شارحین حدیث کی ان تشریحات سے معلوم ہوا کہ جماعت المسلمین اور ان کے امام سے مراد خلافت اور خلیفہ ہے۔ اس کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ سے دوسری روایت میں آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((فإن لم تجد يومئذ خليفة فاهرب حتى تموت)) إلخ
پس اگر تو اُس دن خلیفہ نہ پائے تو موت تک کے لئے بھاگ جا۔

(سنن ابی داود: ۴۲۴۷ صحیح ابی عوانہ ۶/۲۷۱ وسندہ حسن، صخر بن بدروثقہ ابن حبان والابوعوانہ و سلیم بن خالد وثقہ العلی و ابن حبان و للحدیث شواہد)

ایک اہم فائدہ: ابن بطلال القرطبی (متوفی ۴۴۹ھ) نے کہا:

”فإذا لم يكن لهم إمام فافترق أهل الإسلام أحزاباً فواجب اعتزال تلك الفرق كلها“

پس جب ان لوگوں کا امام (خلیفہ) نہ ہو اور اہل اسلام حزبوں (پارٹیوں) میں بٹ جائیں تو ان تمام فرقوں سے دور ہو جانا واجب (فرض) ہے۔ (شرح صحیح البخاری لابن بطال ۳۲۱۰)

سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ کی بیان کردہ اس حدیث سے دو قسم کے لوگوں نے فائدہ اٹھانے کی کوشش کی ہے:

(۱) وہ لوگ جنہوں نے ”جماعت المسلمین“ کے نام سے ایک کاغذی پارٹی (حزب) بنائی اور ایک عام آدمی اس کا امام بن گیا حالانکہ یہ پارٹی خلافتِ مسلمین نہیں ہے اور اس کا نام نہاد امام خلیفہ نہیں ہے۔

(۲) وہ لوگ جنہوں نے ایک کاغذی خلیفہ بنایا جس کے پاس نہ فوج ہے اور نہ کوئی طاقت اس کاغذی خلیفہ کا ایک انچ زمین پر قبضہ نہیں ہے۔ اس خلیفہ نے کفار سے جہاد کیا نہ شرعی حدود کا نفاذ کیا، اسے خلیفہ کہنا خلافت کے ساتھ مذاق ہے۔

سورہ بقرہ کی آیت: ۳۰ کی تشریح میں حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں:

”وقد استدلل القرطبي وغيره بهذه الآية على وجوب نصب الخليفة

ليفصل بين الناس فيما يختلفون فيه ويقطع تنازعهم وينتصر لمظلومهم من ظالمهم ويقيم الحدود ويزجر عن تعاطي الفواحش“

قرطبی وغیرہ نے اس آیت سے استدلال کیا ہے کہ خلیفہ قائم کرنا واجب ہے تاکہ لوگوں کے درمیان اختلافات میں فیصلہ کرے اور جھگڑے ختم کر دے۔ ظالم کے مقابلے میں مظلوم کی مدد کرے، حدود کا نفاذ کرے اور بے حیائی، فحاشی کے کاموں سے روکے۔ (تفسیر ابن کثیر ۲۰۴)

قاضی ابویعلیٰ محمد بن الحسین الفراء اور قاضی علی بن محمد بن حبیب الماوردی نے بھی خلیفہ کے لئے جہاد، سیاست اور اقامتِ حدود کو شرط قرار دیا ہے۔ دیکھئے الاحکام السلطانیہ (ص ۲۲)

والاحکام السلطانیہ للماوردی (ص ۶) اور ماہنامہ الحدیث: ۲۲ ص ۳۹

ملا علی قاری حنفی لکھتے ہیں: ”ولأن المسلمین لابد لهم من إمام يقوم بتنفيذ

أحكامهم وإقامة حدودهم وسد ثغورهم وتجهيز جيوشهم وأخذ صدقاتهم ... “مسلمانوں کا ایسا امام (خلیفہ) ہونا ضروری ہے جو احکام نافذ کرے، حدود قائم کرے، سرحدوں کی حفاظت کرے، لشکر تیار کرے اور لوگوں سے صدقات (قوت کے ساتھ) وصول کرے۔ (شرح الفقہ الاکبر ص ۱۴۶)

علمائے کرام کی ان تشریحات کے سراسر خلاف ایک کاغذی خلیفہ بنانا جو اپنے گھر میں شرعی حدود قائم کرنے سے عاجز ہو اور اپنے گھر کی دیواروں کی حفاظت نہ کر سکتا ہو (وغیرہ) ان لوگوں کا کام ہے جو امت مسلمہ میں فرقہ پرستی اور باطل نظریات کو فروغ دینا چاہتے ہیں۔

ایک حدیث میں آیا ہے کہ ((من مات ولیس له إمام مات ميتة جاهلية)) جو شخص فوت ہو جائے اور اس کی گردن میں امام (خلیفہ) کی بیعت نہ ہو تو وہ جاہلیت کی موت مرتا ہے۔ اس کی تشریح میں امام احمد فرماتے ہیں: ”تدري ما الإمام؟ الذي يجتمع المسلمون عليه، كلهم يقول: هذا إمام، فهذا معناه“

تجھے پتا ہے کہ (اس حدیث میں) امام کسے کہتے ہیں؟ جس پر تمام مسلمانوں کا اجماع ہو جائے۔ ہر آدمی یہی کہے کہ یہ امام (خلیفہ) ہے، یہ ہے اس حدیث کا معنی۔

(سوالات ابن ہانی ص ۸۵ فقرہ: ۲۰۱۱، السنۃ للخلال ص ۸۱ فقرہ: ۱۰، المسند من مسائل الامام احمد، ق: ۱، بحوالہ الامامۃ العظمیٰ عند اہل السنۃ والجماعہ ص ۲۱۷)

مختصر یہ کہ امام اور جماعت المسلمین والی احادیث سے استدلال کرتے ہوئے بعض الناس کا کاغذی جماعتیں اور کاغذی امیر بنانا بالکل غلط ہے اور سلف صالحین کے فہم کے سراسر خلاف ہے۔

بعض لوگ ”اہل حدیث“ نام سے بہت چڑتے ہیں اور عوام الناس میں یہ مشہور کرنے کی سعی نامراد کرتے ہیں کہ ”یہ نام فرقہ دارانہ ہے چونکہ ہم مسلمان ہیں لہذا ہمیں مسلمان ہی کہلانا چاہئے“ لہذا ہم نے اپنے اسلاف، محدثین اور ائمہ کرام سے متعدد دلائل پیش کئے ہیں کہ اہل حدیث کہلانا نہ صرف جائز ہے بلکہ پسندیدہ بھی ہے اور یہی طاقت منصورہ ہے۔

حافظ زبیر علی زئی

اہل حدیث ایک صفاتی نام اور اجماع

سلف صالحین کے آثار سے پچاس (۵۰) حوالے پیش خدمت ہیں جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اہل حدیث کا لقب اور صفاتی نام بالکل صحیح ہے اور اسی پر اجماع ہے۔

(۱) بخاری: امام بخاری نے طائفہ منصورہ کے بارے میں فرمایا:

”یعنی اهل الحديث“ یعنی اس سے مراد اہل الحدیث ہیں۔

[مسألة الاحتجاج بالشافعي للخطيب ص ۴۷ وسندہ صحیح، الحجۃ فی بیان الحجۃ ۲۳۶/۱]

امام بخاری نے یحییٰ بن سعید القطان سے ایک راوی کے بارے میں نقل کیا:

”لم یکن من اهل الحديث...“ وہ اہل الحدیث میں سے نہیں تھا۔

[التاریخ الکبیر ۶/۲۳۹، الضعفاء الصغیر: ۲۸۱]

(۲) مسلم: امام مسلم مجروح راویوں کے بارے میں فرماتے ہیں:

”هم عند اهل الحديث متهمون“ وہ اہل حدیث کے نزدیک متہم ہیں۔

[صحیح مسلم، المقدمة ص ۶ (قبل الباب الاول) دوسرا نسخہ ص ۵]

امام مسلم نے مزید فرمایا:

”وقد شرحنا من مذهب الحديث وأهله...“ ہم نے حدیث اور اہل حدیث

کے مذہب کی تشریح کی۔ [حوالہ مذکورہ]

امام مسلم نے ایوب السخثانی، ابن عون، مالک بن انس، شعبہ بن الحجاج، یحییٰ بن سعید

القطان، عبد الرحمن بن مہدی اور ان کے بعد آنے والوں کو ”من اهل الحديث“

اہل حدیث میں سے قرار دیا۔

[صحیح مسلم، المقدمة ص ۲۲ (باب صحیح الاحتجاج بالحديث المعنعن) دوسرا نسخہ ۲۶/۱ تیسرا نسخہ ۲۳۶/۱]

(۳) شافعی: ایک ضعیف روایت کے بارے میں امام محمد بن ادریس الشافعی فرماتے ہیں:
”لا یثبت أهل الحديث مثله“ اس جیسی روایت کو اہل حدیث ثابت نہیں سمجھتے۔

[سنن الکبریٰ للبیہقی ۲۶۰/۱ وسندہ صحیح]

امام شافعی نے فرمایا: ”إذا رأیت رجلاً من أصحاب الحديث فكأنی رأیت النبی ﷺ حیاً“ جب میں اصحاب الحدیث میں سے کسی شخص کو دیکھتا ہوں تو گویا میں نبی ﷺ کو زندہ دیکھتا ہوں۔ [شرف اصحاب الحدیث للخطیب: ۸۵ وسندہ صحیح]

(۴) احمد بن حنبل: امام احمد بن حنبل سے طائفہ منصورہ کے بارے میں پوچھا گیا تو انھوں نے فرمایا: ”إن لم تكن هذه الطائفة المنصورة أصحاب الحديث فلا أدري من هم؟“ اگر یہ طائفہ منصورہ اصحاب الحدیث نہیں ہیں تو پھر میں نہیں جانتا کہ وہ کون ہیں؟

[معرفۃ علوم الحدیث للحاکم ص ۲ رقم: ۲ وسندہ حسن، صحیح ابن حجر فی فتح الباری ۲۹۳/۱۳ تحت ح ۳۱۱۶]

(۵) یحییٰ بن سعید القطان: امام یحییٰ بن سعید القطان نے سلیمان بن طرخان التیمی کے بارے میں فرمایا: ”كان التيمي عندنا من أهل الحديث“ تیمی ہمارے نزدیک اہل حدیث میں سے ہیں۔

[مسند علی بن الجعد ۵۹۴/۱ ح ۱۳۵۴ وسندہ صحیح، دوسرا نسخہ: ۱۳۱۴، البحر والتعذیل لابن ابی حاتم ۱۲۵/۴ وسندہ صحیح]

ایک راوی حدیث عمران بن قدامہ الحمی کے بارے میں یحییٰ القطان نے کہا:

”ولكنه لم يكن من أهل الحديث“ لیکن وہ اہل حدیث میں سے نہیں تھا۔

[البحر والتعذیل ۳۰۳/۶ وسندہ صحیح]

(۶) ترمذی: امام ترمذی نے ابو زید نامی ایک راوی کے بارے میں فرمایا:

”وأبو زيد رجل مجهول عند أهل الحديث“ اور اہل حدیث کے نزدیک ابو زید

مجهول آدمی ہے۔ [سنن الترمذی: ۸۸]

(۷) ابو داؤد: امام ابو داؤد السجستانی نے فرمایا:

”عند عامة أهل الحديث“ عام اہل حدیث کے نزدیک

[رسالۃ ابی داؤد الی مکہ فی وصف سند ص ۳۰، مخطوط ص ۱]

۸) نسائی: امام نسائی نے فرمایا:

”ومنفعة لأهل الإسلام ومن أهل الحديث والعلم والفقہ والقرآن“

اور اہل اسلام کے لئے نفع ہے اور اہل حدیث، علم وفقہ و قرآن والوں میں سے۔

[سنن النسائي ۱۳۵/۷ ح ۴۱۴، التعليقات السلفية: ۴۱۵۲]

۹) ابن خزيمة: امام محمد بن اسحاق بن خزيمة انيسابوري نے ایک حدیث کے بارے میں فرمایا:

”لم نر خلافاً بين علماء أهل الحديث أن لهذا الخبر صحيح من جهة النقل“

ہم نے علمائے اہل حدیث کے درمیان کوئی اختلاف نہیں دیکھا کہ یہ حدیث روایت کے لحاظ سے صحیح ہے۔ [صحیح ابن خزيمة ۲۱۸/۳۱ ح ۳۱]

۱۰) ابن حبان: حافظ محمد بن حبان البستي نے ایک حدیث پر درج ذیل باب باندھا:

”ذكر خبر شنع به بعض المعطلة على أهل الحديث، حيث حرموا توفيق الإصابة لمعناه“

اس حدیث کا ذکر جس کے ذریعے بعض معطلہ فرقے والے اہل حدیث پر تنقید کرتے ہیں کیونکہ یہ (معطلہ) اس کے صحیح معنی کی توفیق سے محروم ہیں۔

[صحیح ابن حبان، الاحسان: ۵۶۶ دوسرا نسخہ: ۵۶۵]

ایک دوسرے مقام پر حافظ ابن حبان نے اہل الحدیث کی یہ صفت بیان کی ہے:

”ينتحلون السنن ويذبون عنها و يقمعون من خالفها“

وہ حدیثوں پر عمل کرتے ہیں، ان کا دفاع کرتے ہیں اور ان کے مخالفین کا قلع قمع کرتے

ہیں۔ [صحیح ابن حبان، الاحسان: ۶۱۲۹ دوسرا نسخہ: ۶۱۲۲] نیز دیکھئے الاحسان (۱۴۰/۱ قبل ح ۶۱)

۱۱) ابو عوانہ: امام ابو عوانہ الاسفرائینی ایک مسئلے کے بارے میں امام مزنی کو بتاتے ہیں:

”اختلاف بين أهل الحديث“ اس میں اہل حدیث کے درمیان اختلاف ہے۔

[دیکھئے مسند ابی عوانہ ج ۱ ص ۴۹]

(۱۲) عجل: امام احمد بن عبد اللہ بن صالح الحجلی نے امام سفیان بن عیینہ کے بارے میں فرمایا: ”وكان بعض أهل الحديث يقول: هو أثبت الناس في حديث الزهري...“ اور بعض اہل حدیث کہتے تھے کہ وہ زہری کی حدیث میں سب سے زیادہ ثقہ ہیں۔

[معرفۃ الثقات ۱/۲۱۷ ت ۶۳۱، دوسرا نسخہ: ۵۷۷]

(۱۳) حاکم: ابو عبد اللہ الحاکم النیسابوری نے امام یحییٰ بن معین کے بارے میں فرمایا:

”إمام أهل الحديث“ اہل حدیث کے امام [المستدرک ۱/۱۹۸ ج ۱۰: ۷۱۰]

(۱۴) حاکم کبیر: ابو احمد الحاکم الکبیر نے ایک کتاب لکھی ہے:

”شعار أصحاب الحديث“ اصحاب الحدیث کا شعار

یہ کتاب راقم الحروف کی تحقیق اور ترجمے سے چھپ چکی ہے۔ دیکھئے ماہنامہ الحدیث: ۹ ص ۲۸ تا ۲۸۸۔

(۱۵) فریابی: محمد بن یوسف الفریابی نے کہا:

”رأينا سفیان الثوري بالكوفة وكنا جماعة من أهل الحديث“

ہم نے سفیان ثوری کو کوفہ میں دیکھا اور ہم اہل حدیث کی ایک جماعت تھے۔

[الجرح والتعديل ۶۰۱ و سندہ صحیح]

(۱۶) فریابی: جعفر بن محمد الفریابی نے ابراہیم بن موسیٰ الوزدولی کے بارے میں کہا:

”وله ابن من أصحاب الحديث يقال له: إسحاق“

اس کا بیٹا اصحاب الحدیث میں سے ہے، اسے اسحاق کہتے ہیں۔

[الکامل لابن عدى ۱/۲۷۱ دوسرا نسخہ: ۲۴۰ و سندہ صحیح]

(۱۷) ابو حاتم الرازی: اسماء الرجال کے مشہور امام ابو حاتم الرازی فرماتے ہیں:

”واتفاق أهل الحديث على شيء يكون حجة“

اور کسی چیز پر اہل حدیث کا اتفاق حجت ہوتا ہے۔ [کتاب المراسیل ص ۱۹۲ فقرہ: ۷۰۳]

(۱۸) ابو عبید: امام ابو عبید القاسم بن سلام ایک اثر کے بارے میں فرماتے ہیں:

”وقد يأخذ بهذا بعض أهل الحديث“ بعض اہل حدیث اسے لیتے ہیں۔

[کتاب الطہور لابن عبید: ۱۷۴، الاوسط لابن المنذر ۲۶۵/۱]

(۱۹) ابو بکر بن ابی داؤد: امام ابو داؤد البجستانی کے صدوق عند الجہو ر صاحب زادے ابو بکر بن ابی داؤد فرماتے ہیں:

”ولا تک من قوم تلہو بدینہم فتطعن فی اہل الحدیث وتقذح“

اور تو اس قوم میں نہ ہونا جو اپنے دین سے کھیتے ہیں (ورنہ) تو اہل حدیث پر طعن و جرح کر بیٹھے گا۔ [کتاب الشریعہ لمحمد بن الحسین الآجری ص ۵۷۹ و سندہ صحیح]

(۲۰) ابن ابی عاصم: امام احمد بن عمرو بن الضحاک بن مخلد عرف ابن ابی عاصم ایک راوی کے بارے میں فرماتے ہیں:

”رجل من اہل الحدیث ثقة“ وہ اہل حدیث میں سے ایک ثقہ آدمی ہے۔

[الاحاد والمثنائی ۴۲۸ ح ۶۰۴]

(۲۱) ابن شاہین: حافظ ابو حفص عمر بن شاہین نے عمران العمی کے بارے میں یحیی القطان کا قول نقل کیا: ”ولکن لم یکن من اہل الحدیث“ لیکن وہ اہل حدیث میں سے نہیں تھا۔

[تاریخ اسماء الثقات لابن شاہین: ۱۰۸۴]

(۲۲) الجوزجانی: ابو اسحاق ابراہیم بن یعقوب الجوزجانی نے کہا:

”ثم الشائع فی اہل الحدیث ...“ پھر اہل حدیث میں مشہور ہے۔

[احوال الرجال ص ۴۳ رقم: ۱۰ نیز دیکھئے ص ۲۱۴]

(۲۳) احمد بن سنان الواسطی: امام احمد بن سنان الواسطی نے فرمایا:

”لیس فی الدنیا مبتدع إلا وهو یبغض اہل الحدیث“

دنیا میں کوئی ایسا بدعتی نہیں ہے جو کہ اہل حدیث (اہل الحدیث) سے بغض نہیں رکھتا۔

[معرفة علوم الحدیث للحاکم ص ۴ رقم: ۶ و سندہ صحیح]

معلوم ہوا کہ جو شخص اہل حدیث سے بغض رکھتا ہے یا اہل حدیث کو بُرا کہتا ہے تو وہ شخص پکا بدعتی ہے۔

(۲۴) علی بن عبداللہ المدینی: امام بخاری وغیرہ کے استاد امام علی بن عبداللہ المدینی ایک روایت کی تشریح میں فرماتے ہیں:

”یعنی اهل الحديث“ یعنی وہ اہل حدیث (اصحاب الحدیث) ہیں۔

[سنن الترمذی: ۲۲۲۹، عارضۃ الاحوذی ۷۹/۷۷]

(۲۵) قتیبہ بن سعید: امام قتیبہ بن سعید نے فرمایا:

”إذا رأيت الرجل يحب أهل الحديث فإنه على السنة“

اگر تو کسی آدمی کو دیکھے کہ وہ اہل الحدیث سے محبت کرتا ہے تو یہ شخص سنت پر (چل رہا) ہے۔

[شرف اصحاب الحدیث للخطیب: ۴۳/۱۱۳۳، سندہ صحیح]

(۲۶) ابن قتیبہ الدینوری: المحدث الصدوق امام ابن قتیبہ الدینوری (متوفی ۲۷۶ھ) نے ایک کتاب لکھی ہے:

”تأويل مختلف الحديث في الرد على أعداء أهل الحديث“

اس کتاب میں انھوں نے اہل الحدیث کے دشمنوں کا زبردست رد کیا ہے۔

(۲۷) بیہقی: احمد بن الحسین البیہقی نے مالک بن انس، اوزاعی، سفیان ثوری، سفیان بن عیینہ، حماد بن زید، حماد بن سلمہ، شافعی، احمد اور اسحاق بن راہویہ وغیرہم کو ”من اهل الحديث“

اہل حدیث میں سے لکھا ہے۔ [کتاب الاعتقاد والہدایۃ الی سبیل الرشاد للبیہقی ص ۱۸۰]

(۲۸) اسماعیلی: حافظ ابوبکر احمد بن ابراہیم الاسماعیلی نے ایک راوی کے بارے میں کہا:

”لم یکن من اهل الحديث“ وہ اہل حدیث میں سے نہیں تھا۔

[کتاب المعجم للبحر ۳۶۹/۱، محمد بن جبریل النسوی]

(۲۹) خطیب: خطیب بغدادی نے اہل حدیث کے فضائل پر ایک کتاب

”شرف اصحاب الحديث“ لکھی ہے جو کہ مطبوع ہے۔

خطیب کی طرف ”نصيحة أهل الحديث“ نامی کتاب بھی منسوب ہے۔ نیز دیکھئے

تاریخ بغداد (۲۲۴/۱ تا ۵۱)

۳۰) ابو نعیم الاصبہانی: ابو نعیم الاصبہانی نے ایک راوی کے بارے میں کہا:

”لا یخفی علی علماء اهل الحديث فسادہ“

علمائے اہل حدیث پر اس کا فساد مخفی نہیں ہے۔ [المستخرج علی صحیح مسلم ج ۱ ص ۶۷ فقرہ: ۸۹]

ابو نعیم الاصبہانی نے کہا: ”وذهب الشافعي مذهب اهل الحديث“

اور شافعی اہل حدیث کے مذہب پر گامزن تھے۔ [حلیۃ الاولیاء ۱۱۲/۹]

۳۱) ابن المنذر: حافظ محمد بن ابراہیم بن المنذر النیسابوری نے اپنے ساتھیوں اور

امام شافعی وغیرہ کو ”اہل الحدیث“ کہا۔ دیکھئے الاوسط (۲/۳۰۷ تحت ج: ۹۱۵)

۳۲) الآجری: امام ابو بکر محمد بن الحسین الآجری نے اہل حدیث کو اپنا بھائی کہا:

”نصيحة لإخواني من أهل القرآن وأهل الحديث وأهل الفقه وغيرهم من

سائر المسلمين“ میرے بھائیوں کے لئے نصیحت ہے۔ اہل قرآن، اہل حدیث

اور اہل فقہ میں (جو) تمام مسلمانوں میں سے ہیں۔ [الشریعة ص ۳، دوسرا شخص ۷]

تنبیہ: منکرین حدیث کو اہل قرآن یا اہل فقہ کہنا غلط ہے۔ اہل قرآن، اہل حدیث

اور اہل فقہ وغیرہ القاب اور صفاتی نام ایک ہی جماعت کے نام ہیں۔ واللہ

۳۳) ابن عبد البر: حافظ یوسف بن عبد اللہ بن محمد بن عبد البر الاندلسی نے کہا:

”وقالت طائفة من أهل الحديث“

اہل حدیث کے ایک گروہ نے کہا: [التمہید ج ۱ ص ۱۶]

۳۴) ابن تیمیہ: حافظ ابن تیمیہ الحرانی نے ایک سوال کے جواب میں فرمایا:

”الحمد لله رب العالمين، أما البخاري وأبو داود فإما مان في الفقه من

أهل الإجتهداد۔ وأما مسلم والترمذي والنسائي وابن ماجه وابن خزيمة

وأبو يعلى والبخاري ونحوهم فهم على مذهب أهل الحديث ، ليسوا مقلدين

لواحد بعينه من العلماء ولا هم من الأئمة المجتهدين على الإطلاق...“

الحمد لله رب العالمين، بخاری اور ابو داود و توفیقہ کے امام (اور) مجتہد (مطلق) تھے۔

رہے امام مسلم، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، ابن خزیمہ، ابویعلیٰ اور البزار وغیرہم تو وہ اہل حدیث کے مذہب پر تھے، علماء میں سے کسی کی تقلید معین کرنے والے، مقلدین نہیں تھے اور نہ مجتہد مطلق تھے۔ [مجموع فتاویٰ ج ۲۰ ص ۴۰]

تنبیہ: ابن تیمیہ کا ان کبار ائمہ حدیث کے بارے میں یہ کہنا کہ ”نہ مجتہد مطلق تھے“ محل نظر ہے۔

۳۵ ابن رشید: ابن رشید الفہری (متوفی ۷۲۱ھ) نے امام ایوب السخنی وغیرہ کبار علماء کے بارے میں فرمایا: ”من أهل الحديث“ (وہ) اہل حدیث میں سے (تھے) [السنن الاثین ص ۱۱۹، نیز دیکھئے السنن الاثین ص ۱۲۴]

۳۶ ابن القیم: حافظ ابن القیم نے اپنے مشہور قصیدے نونیہ میں کہا: ”یا مبغضاً أهل الحديث وشاتماً أبشر بعقد ولاية الشيطان“ اے اہل حدیث سے بغض کرنے والے اور گالیاں دینے والے، تجھے شیطان سے دوستی قائم کرنے کی بشارت ہو۔

[الكافية الشافية في الانتصار للفريق الناجية ص ۹۹ فصل في ان اهل الحديث هم انصار رسول الله ﷺ وخاصة]

۳۷ ابن کثیر: حافظ اسماعیل بن کثیر الدمشقی نے سورہ بنی اسرائیل کی آیت: اے کی تفسیر میں فرمایا: ”وقال بعض السلف: هذا أكبر شرف لأصحاب الحديث لأن إمامهم النبي ﷺ“ بعض سلف (صالحین) نے کہا: یہ (آیت) اصحاب الحدیث کی سب سے بڑی فضیلت ہے کیونکہ ان کے امام نبی ﷺ ہیں۔ [تفسیر ابن کثیر ص ۱۶۴]

۳۸ ابن المنادی: امام ابن المنادی البغدادی نے قاسم بن زکریا یحییٰ المطرز کے بارے میں کہا: ”وكان من أهل الحديث والصدق“ اور وہ اہل حدیث میں سے (اور) سچائی والوں میں سے تھے۔ [تاریخ بغداد ۴۲۱/۱۲ ت ۶۹۱۰ وسندہ حسن]

۳۹ شیرویه الدیلی: دیلم کے مشہور مؤرخ امام شیرویه بن شہر دار الدیلی نے عبدوس (عبدالرحمن) بن احمد بن عباد ثقفی الہمدانی کے بارے میں اپنی تاریخ میں کہا:

الصوری نے کہا:

کی تشریح میں جلال الدین السیوطی فرماتے ہیں:

سوا اہل حدیث کا کوئی امام نہیں ہے۔ [تدریب الراوی ۲/۱۲۶، نوع ۲۷]

اہل حدیث کا ذکر اور وہی قیامت تک حق پر غالب فرقہ ہے۔

[الحجة في بيان الحجة وشرح عقيدة أهل السنة ٢٢٦/١]

(۴۳) رامہرمزی: قاضی حسن بن عبدالرحمن بن خلاد الراہرمزی نے کہا:

”وقد شرف الله الحديث وفضل أهله“ اللہ نے حدیث اور اہل حدیث کو فضیلت بخشی ہے۔ [المحدث الفاضل بین الراوی والواعی ص ۱۵۹ رقم: ۱]

(۴۴) حفص بن غیاث: حفص بن غیاث سے اصحاب الحدیث کے بارے میں پوچھا گیا تو انھوں نے کہا: ”ہم خیر اهل الدنيا“ وہ دنیا میں سب سے بہترین ہیں۔ [معرفة علوم الحديث للحاکم ص ۳۳ و سندہ صحیح]

(۴۵) نصر بن ابراہیم المقدسی: ابوالفتح نصر بن ابراہیم المقدسی نے کہا: ”باب: فضيلة أهل الحديث“ اہل حدیث کی فضیلت کا باب [الحجة علی تارک الحجج ص ۳۲۵]

(۴۶) ابن مفلح: ابو عبد اللہ محمد بن مفلح المقدسی نے کہا:

”أهل الحديث هم الطائفة الناجية القائمون على الحق“

اہل حدیث ناجی گروہ ہے جو حق پر قائم ہے۔ [الآداب الشرعية ۲۱۱/۱]

(۴۷) الامیر الیمانی: محمد بن اسماعیل الامیر الیمانی نے کہا:

”عليك بأصحاب الحديث الأفاضل تجد عندهم كل الهدى و الفضائل“ فضیلت والے اصحاب الحدیث کو لازم پکڑو، تم ان کے پاس ہر قسم کی ہدایت اور فضیلتیں پاؤ گے۔

[الروض الباسم فی الذب عن سنة ابی القاسم ج ۱ ص ۱۴۶]

(۴۸) ابن الصلاح: صحیح حدیث کی تعریف کرنے کے بعد حافظ ابن الصلاح الشہر زوری لکھتے ہیں:

”فهذا هو الحديث الذي يحكم له بالصحة بلا خلاف بين أهل الحديث“ یہ وہ حدیث ہے جسے صحیح قرار دینے پر اہل حدیث کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے۔

[علوم الحديث عرف مقدمة ابن الصلاح مع شرح العراقي ص ۲۰]

(۴۹) الصابونی: ابو اسماعیل عبد الرحمن بن اسماعیل الصابونی نے ایک کتاب لکھی ہے:

”عقيدة السلف أصحاب الحديث“ سلف: اصحاب الحدیث کا عقیدہ

اس میں وہ کہتے ہیں: ”ويعتقد أهل الحديث ويشهدون أن الله سبحانه وتعالى فوق سبع سموات على عرشه“ اہل حدیث یہ عقیدہ رکھتے اور اس کی گواہی دیتے ہیں کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ سات آسمانوں سے اوپر عرش پر ہے۔ [عقیدۃ السلف اصحاب الحدیث ص ۱۴]

۵۰) عبد القاہر البغدادی: ابو منصور عبد القاہر بن طاہر بن محمد البغدادی نے شام وغیرہ کی سرحدوں پر رہنے والوں کے بارے میں کہا: ”کلہم علی مذهب اہل الحدیث من اہل السنۃ“ وہ سب اہل سنت میں سے اہل حدیث کے مذہب پر ہیں۔

[اصول الدین ص ۳۱۷]

ان پچاس حوالوں سے ثابت ہوا کہ مسلمانوں کا مہاجرین، انصار اور اہل سنت کی طرح صفاتی نام اور لقب اہل حدیث ہے اور اس لقب کے جواز پر اُمتِ مسلمہ کا اجماع ہے۔ کسی ایک امام نے بھی اہل حدیث نام و لقب کو غلط، ناجائز یا بدعت ہرگز نہیں کہا لہذا بعض خوارج اور ان سے متاثرین کا اہل حدیث نام سے نفرت کرنا، اسے بدعت اور فرقہ وارانہ نام کہہ کر مذاق اڑانا اصل میں تمام محدثین اور امتِ مسلمہ کے اجماع کی مخالفت کرنا ہے۔ ان کے علاوہ اور بھی بہت سے حوالے ہیں جن سے اہل الحدیث یا اصحاب الحدیث وغیرہ صفاتی ناموں کا ثبوت ملتا ہے۔ محدثین کرام کی ان تصریحات اور اجماع سے معلوم ہوا کہ اہل حدیث ان صحیح العقیدہ محدثین و عوام کا لقب ہے جو بغیر تقلید کے کتاب و سنت پر فہم سلف صالحین کی روشنی میں عمل کرتے ہیں اور ان کے عقائد بھی کتاب و سنت اور اجماع کے بالکل مطابق ہیں۔ یاد رہے کہ اہل حدیث اور اہل سنت ایک ہی گروہ کے صفاتی نام ہیں۔ بعض اہل بدعت یہ کہتے ہیں کہ اہل حدیث صرف محدثین کو کہتے ہیں چاہے وہ اہل سنت میں سے ہوں یا اہل بدعت میں سے، ان لوگوں کا یہ قول فہم سلف صالحین کے خلاف ہونے کی وجہ سے مردود ہے۔ اہل بدعت کے اس قول سے یہ لازم آتا ہے کہ گمراہ لوگوں کو بھی طائفہ منصورہ قرار دیا جائے حالانکہ اس قول کا باطل ہونا عوام پر بھی ظاہر ہے۔ بعض راویوں کے بارے میں خود محدثین نے یہ صراحت کی ہے وہ اہل حدیث میں سے نہیں تھے۔ (دیکھئے فقرہ: ۵، ۲۱، ۲۸)

دنیا کا ہر بدعتی اہل حدیث سے نفرت کرتا ہے تو کیا ہر بدعتی اپنے آپ سے بھی نفرت کرتا ہے۔

حق یہ ہے کہ اہل حدیث کے اس صفاتی نام و لقب کا مصداق صرف دو گروہ ہیں:

① حدیث بیان کرنے والے (محدثین)

② حدیث پر عمل کرنے والے (محدثین اور ان کے عوام)

حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”و نحن لا نعني بأهل الحديث المقتصرين على سماعه أو كتابته أو روايته ،

بل نعني بهم : كل من كان أحق بحفظه و معرفته و فهمه ظاهراً و باطناً ،

و اتباعه باطناً و ظاهراً ، و كذلك أهل القرآن .“

اہل حدیث کا ہم یہ مطلب نہیں لیتے کہ اس سے مراد صرف وہی لوگ ہیں جنہوں نے

حدیث سنی، لکھی یا روایت کی ہے بلکہ اس سے ہم یہ مراد لیتے ہیں کہ ہر آدمی جو اس کے حفظ،

معرفت اور فہم کا ظاہری و باطنی لحاظ سے مستحق ہے اور ظاہری و باطنی لحاظ سے اس کی اتباع

کرتا ہے اور یہی معاملہ اہل قرآن کا ہے۔ [مجموع فتاویٰ ابن تیمیہ ۹۵/۴]

حافظ ابن تیمیہ کے اس فہم سے معلوم ہوا کہ اہل حدیث سے مراد محدثین اور ان کے

عوام ہیں۔ آخر میں عرض ہے کہ اہل حدیث کوئی نسلی فرقہ نہیں ہے بلکہ یہ ایک نظریاتی

جماعت ہے۔ ہر وہ شخص اہل حدیث ہے جو قرآن و حدیث و اجماع پر سلف صالحین کے فہم

کی روشنی میں عمل کرے اور اسی پر اپنا عقیدہ رکھے۔ اپنے آپ کو اہل حدیث (اہل سنت)

کہلانے کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ اب یہ شخص جنتی ہو گیا ہے۔ اب اعمالِ صالحہ ترک،

خواہشات کی پیروی اور من مانی زندگی گزاری جائے بلکہ وہی شخص کامیاب ہے جس نے

اہل حدیث (اہل سنت) نام کی لاج رکھتے ہوئے اپنے اسلاف کی طرح قرآن و سنت کے

مطابق زندگی گزاری۔ واضح رہے نجات کے لئے صرف نام کا لیبل کافی نہیں ہے بلکہ نجات

کا دار و مدار قلوب و اذہان کی تطہیر اور ایمان و عقیدے کی درستی کے ساتھ اعمالِ صالحہ پر ہے۔

یہی شخص اللہ کے فضل و کرم سے ابدی نجات کا مستحق ہوگا۔ ان شاء اللہ (۲۹ رجب ۱۴۲۷ھ)

اس تحقیقی مضمون میں جن علماء کے حوالے پیش کئے گئے ہیں ان کے ناموں کی ترتیب بلحاظ حروف تہجی درج ذیل ہے:

۶	۲۰	ترمذی (متوفی ۲۷۹ھ):	ابن ابی عاصم (متوفی ۲۸۷ھ):
۱۶	۳۲	جعفر بن محمد الفریابی (متوفی ۳۰۱ھ):	ابن تیمیہ (متوفی ۷۲۸ھ):
۲۲	۱۰	جوزجانی (متوفی ۲۵۹ھ):	ابن حبان (متوفی ۳۵۴ھ):
۱۳	۹	حاکم صاحب مستدرک (متوفی ۴۰۵ھ):	ابن خزیمہ (متوفی ۳۱۱ھ):
۱۴	۳۵	حاکم کبیر (متوفی ۳۷۸ھ):	ابن رشید (متوفی ۷۲۱ھ):
۴۴	۲۱	حفص بن غیاث (متوفی ۱۹۴ھ):	ابن شاپین (متوفی ۳۸۵ھ):
۲۹	۴۸	خطیب بغدادی (متوفی ۴۶۳ھ):	ابن الصلاح (متوفی ۸۰۶ھ):
۴۳	۳۳	رامہرمزی (متوفی ۳۶۰ھ):	ابن عبدالبر (متوفی ۴۶۳ھ):
۴۱	۲۶	سیوطی (متوفی ۹۱۱ھ):	ابن قتیبہ (متوفی ۷۲۷ھ):
۳	۳۶	شافعی (متوفی ۲۰۴ھ):	ابن القیم (متوفی ۷۵۱ھ):
۳۹	۳۷	شیرویہ الدیلمی (متوفی ۵۰۹ھ):	ابن کثیر (متوفی ۷۷۴ھ):
۴۹	۴۶	عبدالرحمن الصابونی (متوفی ۴۴۹ھ):	ابن کثیر (متوفی ۷۶۳ھ):
۵۰	۳۸	عبدالقادر بن طاہر (متوفی ۴۲۹ھ):	ابن المنادی (متوفی ۳۳۶ھ):
۱۲	۳۱	عجلی (متوفی ۲۶۱ھ):	ابن المنذر (متوفی ۳۱۸ھ):
۲۴	۱۹	علی بن عبداللہ المدینی (متوفی ۲۳۴ھ):	ابوبکر بن ابی داؤد (متوفی ۳۱۶ھ):
۲۵	۱۷	قتیبہ بن سعید (متوفی ۲۴۰ھ):	ابوحاتم الرازی (متوفی ۲۷۷ھ):
۴۲	۷	قوام السنہ (متوفی ۵۳۵ھ):	ابوداؤد (متوفی ۲۷۵ھ):
۴۷	۱۸	محمد بن اسماعیل الصنعانی (متوفی ۸۴۰ھ):	ابوعبید (متوفی ۲۲۴ھ):
۳۲	۱۱	محمد بن الحسین الآجری (متوفی ۳۶۰ھ):	ابوعوانہ (متوفی ۳۱۶ھ):
۴۰	۳۰	محمد بن علی الصوری (متوفی ۴۲۱ھ):	ابونعیم الاصبہانی (متوفی ۴۳۰ھ):
۱۵	۴	محمد بن یوسف الفریابی (متوفی ۲۱۲ھ):	احمد بن حنبل (متوفی ۲۴۱ھ):
۲	۲۳	مسلم (متوفی ۲۶۱ھ):	احمد بن سنان (متوفی ۲۵۹ھ):
۸	۲۸	نسائی (متوفی ۳۰۳ھ):	اسماعیلی (متوفی ۳۷۱ھ):
۴۵	۱	نصر بن ابراہیم المقدسی (متوفی ۴۹۰ھ):	بخاری (متوفی ۲۵۶ھ):
۵	۲۷	یکٹی بن سعید القطان (متوفی ۱۹۸ھ):	بیہقی (متوفی ۴۵۸ھ):

محمد صدیق رضا

غیر ثابت قصے

اکیسواں (۲۱) قصہ: اے میرے بھائی! ہمیں اپنی دعائیں نہ بھولنا (مروی ہے) سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے نبی کریم ﷺ سے عمرہ کے لئے جانے کی اجازت طلب کی تو آپ ﷺ نے مجھے اجازت مرحمت فرمائی اور فرمایا: ((لا تنسنا یا اخی من دعائك)) اے میرے بھائی! ہمیں اپنی دعائیں نہ بھولنا

تخریج: یہ روایت ابو داؤد (ج ۲ ص ۸۰ ح ۱۳۹۸) ترمذی (ج ۵ ص ۵۵۹ ح ۳۵۶۲) وقال: ”حسن صحیح“ ابن ماجہ (ج ۲ ص ۹۶۶ ح ۲۸۹۴) احمد (ج ۱ ص ۲۹ ح ۱۹۵) ابن السنی (عمل الیوم واللیلۃ ص ۱۸۶ ح ۳۸۵) ابن حبان (المجروحین ج ۲ ص ۱۲۸) خطیب بغدادی (تاریخ بغداد ج ۱ ص ۳۹۶) اور بیہقی (السنن الکبریٰ ج ۵ ص ۲۵۱) نے

”عاصم بن عبید اللہ عن سالم بن عبد اللہ عن أبیه رضی اللہ عنہ“ کی سند سے بیان کی ہے۔

جرح: اس کی سند ضعیف ہے اس میں عاصم بن عبید اللہ بن عاصم المدنی (العدوی) ہے، وہ ضعیف ہے جیسا کہ تقریب التہذیب (ص ۲۸۵ رقم: ۳۰۶۵) میں ہے۔

اسے احمد بن حنبل، ابن معین، ابن سعد، مالک (؟) جوزجانی، بخاری، نسائی، ابن خزیمہ، دارقطنی اور ابن عدی نے ضعیف قرار دیا۔ ابوحاتم نے فرمایا: منکر الحدیث اور مضطرب الحدیث ہے۔

حوالے: دیکھئے تہذیب التہذیب (ج ۵ ص ۴۲) ذہبی کی المغنی فی الضعفاء (ج ۱ ص ۳۲۱)

اس روایت کو عاصم بن عبید اللہ سے ثقہ راویوں کی ایک جماعت نے بیان کیا ہے جیسے: شعبہ قبیصہ، قاسم بن یزید اور وکیع نے سفیان ثوری سے یہ قصہ بیان کیا ہے۔

سمعانی نے ادب الاملاء (ص ۳۶) میں شعبہ عن عاصم کی سند سے یہ قصہ بیان کیا ہے۔

خطیب بغدادی نے تاریخ بغداد (ج ۱ ص ۳۹۶) میں ”أسباط عن سفیان الثوری عن“

عبید اللہ عن نافع عن ابن عمرؓ، ”رضی اللہ عنہ کی سند سے یہ روایت بیان کی۔
یہ روایت دو وجہ سے صحیح نہیں ہے:

(۱) اسباط بن محمد اگرچہ ثقہ ہیں لیکن سفیان ثوری سے ان کی روایات ضعیف ہیں۔ حافظ ابن حجر نے فرمایا ”ثقة ضعف فی الثوری“ ثقہ ہے ثوری کی روایت میں اسے ضعیف قرار دیا گیا۔ (التقریب: ۳۲۰) اور ابن معین نے فرمایا: لیکن ثوری سے احادیث بیان کرنے میں یہ غلطیاں کرتا تھا۔ [تاریخ ابن معین روایۃ الدوری: ۳۰۸۵]

(معلوم ہوا کہ یہ جرح خاص ہے۔ مترجم)

(۲) اسباط کی یہ روایت ثقات کی روایت کے خلاف ہونے کی وجہ سے شاذ ہے۔ اس روایت کو احمد محمد شاہ نے مسند احمد کی شرح (ج ۱ ص ۲۴۰) اور علامہ البانی نے ضعیف الجامع (ص ۹۰۶) میں ضعیف قرار دیا ہے۔

[۳] اسباط بن محمد کی یہ روایت اگر سفیان ثوری سے ثابت ہوتی تو بھی ان کی تدلیس/عن کی وجہ سے ضعیف و مردود تھی۔]

عرض مترجم: ثانی الخلفاء الراشدین، فاروق اعظم سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے فضائل بکثرت صحیح احادیث سے ثابت ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان اطہر پر اکثر آپ رضی اللہ عنہ کا تذکرہ رہتا لہذا آپ کے فضائل و شان و عظمت کے لئے صحیح احادیث بہت کافی ہیں۔
ضعیف روایات سے آپ کی شان بیان کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔

بائیسواں قصہ ۲۲: سیدنا عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کا اپنی زوجہ کے ساتھ ایک قصہ
قدامہ بن ابراہیم بن محمد بن حاطب سے مروی ہے کہ آپ بیان کرتے ہیں:

سیدنا عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے اپنی لونڈی سے صحبت کی، تو ان کی زوجہ نے ان سے کہا کہ آپ نے ایسا کیا؟ آپ نے جواباً ارشاد فرمایا: لیجئے میں تو قرآن مجید کی تلاوت کرتا ہوں۔
تو آپ کی زوجہ نے فرمایا: آپ قرآن مجید نہ ہی پڑھیں جبکہ آپ جنبی ہیں۔ تو انھوں نے کہا میں آپ کے لئے پڑھتا ہوں اور کہا:

شهدتُ بأن وعد الله حق وأن النار مثوى الكافرينا
وأن العرش فوق الماء طافٍ وفوق العرش رب العالمينا
وتحمله ملائكة كرام ملائكة الإله مسومينا
میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کا وعدہ سچا ہے اور جہنم کفار کا ٹھکانا ہے
اور عرش پانی کے اوپر تیرنے والا ہے اور عرش پر رب العالمین ہے
اور عرش کو فرشتے اٹھائے ہوئے ہیں اللہ کے نشان زدہ فرشتے ہیں
تو ان کی زوجہ نے کہا: میں ایمان لائی اور اپنے دیکھنے کو جھٹلایا۔

یہ منکر روایت ہے۔

تخریج: یہ روایت (عثمان بن سعید) الدارمی نے الرد علی الجہمیہ (ص ۴۸ ح ۸۲) میں
”یحییٰ بن یوب حدثنی عمارۃ بن غزیۃ عن قدامة بن ابراهیم بن محمد
حاطب“ کی سند سے بیان کی ہے۔

جرح: اس کی سند ضعیف ہے۔ اس سند میں قدامہ بن ابراہیم بن محمد بن حاطب ہے جو کہ
حافظ ابن حجر کی اصطلاح میں مقبول یعنی مجہول الحال راوی ہے جیسا کہ تقریب التہذیب
(ص ۴۵۴ ت ۵۵۲۵) میں ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جب اس کی متابعت ہو تو مقبول ہے
وگرنہ یہ لین الحدیث ہے اور یہ چھوٹا تابعی ہے جیسا کہ ”الاصابة“ (ج ۴ ص ۲۷۸) میں لکھا
ہوا ہے۔ پس عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ سے اس کی روایت منقطع ہے۔

سیدنا ابن رواحہ رضی اللہ عنہ تو نبی ﷺ کے عہد مبارک میں غزوہ موتہ میں شہید ہو گئے تھے۔
حافظ ذہبی نے ”العلو“ (ص ۴۲) میں اس روایت کو منقطع ہونے کی وجہ سے معلول (ضعیف)
ٹھہرایا ہے۔

(دوسری سند) سبکی نے طبقات الشافعیہ (ج ۱ ص ۱۳۹ دوسرا نسخہ ۲۶۴، ۲۶۵)
ابن عساکر نے تاریخ دمشق (۸۹/۳۰) اور ذہبی نے سیر اعلام النبلاء (ج ۱ ص ۲۳۸) میں
”عبد العزیز بن أبی سلمة عن حدثه عن عبد الله بن رواحة رضي الله عنه“

کی سند سے یہ قصہ بیان کیا ہے۔

یہ سند اعضاء (انقطاع) اور جہالت (کہ عبدالعزیز سے کس نے یہ قصہ بیان کیا؟) کی وجہ سے ضعیف ہے۔

دارقطنی نے اپنی سنن (ج ۱ ص ۱۲۰ ح ۲۲۶) میں ”أبو نعیم: ثنا زمعة بن صالح عن سلمة بن وهرام عن عكرمة“ کی سند سے یہی قصہ مرسل بیان کیا۔

اس کی سند بھی ضعیف ہے اور اس میں دو علتیں ہیں:

پہلی علت: زمعه بن صالح الجندی ہے جو کہ ضعیف ہے جیسا کہ تقریب التہذیب (ص ۲۱۷ ت ۲۰۳۵) میں ہے۔

دوسری علت: ارسال ہے یعنی روایت مرسل (منقطع) ہے۔

اس روایت کی تمام سندیں ضعیف ہیں اور یہ ضعف ایسا ہے کہ بعض بعض کو تقویت نہیں پہنچاتا۔ علامہ نووی نے المجموع (ج ۲ ص ۱۵۹) میں فرمایا: اس قصہ کی سند ضعیف و منقطع ہے۔

عرض مترجم: اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا عرش پر مستوی ہونا نصوص قرآن مجید و احادیث صحیحہ سے ثابت ہے، سلف صالحین سے بھی یہ عقیدہ ثابت ہے۔

اور یہ کہ لونڈی سے صحبت حلال ہے جیسا کہ قرآن و سنت سے ثابت ہے لہذا اس کی تاویل کی سیدنا عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کو کوئی ضرورت بھی نہ تھی کیونکہ یہ کوئی معیوب عمل نہ تھا۔ تنبیہ و اس قصہ (۲۳):

جنگ بدر میں سیدنا ابو عبیدہ بن الجراح کا اپنے والد کو قتل کر دینے کا قصہ

عبداللہ بن شاذب سے روایت ہے کہ جنگ بدر میں سیدنا ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کے والد جراح نے اپنے بیٹے ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کے لئے ہتھیار تیار کئے۔ ابو عبیدہ ان سے کنارہ کشی کرتے رہے جب جراح کے حملوں میں اضافہ ہوا تو ابو عبیدہ ان کی طرف لپکے اور انھیں قتل کر ڈالا۔ جب انھوں نے اپنے والد کو قتل کر ڈالا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

﴿لَا تَجِدُ قَوْمًا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ يُوَادُّونَ مَنْ حَادَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَوْ

كَانُوا آبَاءَهُمْ أَوْ أَبْنَاءَهُمْ.... ﴿الآیة﴾

اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھنے والی قوم کو آپ اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) کی مخالفت کرنے والوں سے محبت کرنے والے ہرگز نہیں پائیں گے خواہ وہ ان کے باپ دادا ہوں یا بیٹے.... (المجادلہ: ۲۲)

(یہ قصہ باطل ہے)

تخریج: یہ روایت حاکم نے مستدرک (ج ۳ ص ۲۶۵ ح ۵۱۵۲) اور بیہقی نے

السنن الکبریٰ (ج ۹ ص ۲۱) میں ”الربیع بن سلیمان: ثنا أسد بن موسى ثنا

ضمرة بن ربيعة عن عبد الله بن شاذب“ کی سند سے بیان کی ہے۔

جرح: اس کی سند معضل (سخت منقطع) ہے اس سند سے تین یا تین سے زائد راوی ساقط ہیں اس لئے کہ عبد اللہ بن شاذب ساتویں طبقہ سے ہیں (وہ غزوہ بدر کے موقع پر پیدا بھی نہیں ہوئے تھے) اور انھوں نے اسے مرسل (منقطع) بیان کیا ہے۔

بیہقی نے انقطاع کی وجہ سے اس روایت کو ضعیف قرار دیا۔ اسی سند سے یہ روایت ابن حجر نے التلخیص الحمیر (ج ۳ ص ۱۰۲ ح ۱۸۵۹) میں ذکر کر کے کہا: واقدی (کذاب) اس قصہ کا انکار کیا کرتا تھا اور کہتا تھا: ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کے والد اسلام سے پہلے ہی فوت ہو چکے تھے۔

عرض مترجم: بلاشبہ سیدنا ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ ہی نہیں بلکہ جمیع صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور اس کے رسول ﷺ سے سب سے بڑھ کر محبت کرنے والے تھے اور اللہ اور رسول ﷺ سے دشمنی کرنے والوں سے دشمنی کرنے والے تھے۔ اس طرح کے بہت سے واقعات بھی ملتے ہیں۔ لیکن یہ واقعہ سنداً ثابت نہیں۔

چومیسواں قصہ (۲۴): سیدہ اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا کا قصہ

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ سیدہ اسماء رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ کے گھر تشریف لائیں، آپ باریک کپڑے پہنے ہوئے تھیں۔ رسول اللہ ﷺ نے اُن سے رخ انور پھیر لیا اور فرمایا: اے اسماء! جب عورت حد بلوغ کو پہنچ جائے تو اس کے لئے یہ جائز نہیں کہ اس کے جسم میں

سے اس کے علاوہ کچھ نظر آئے اور آپ نے چہرے اور ہتھیلیوں کی طرف اشارہ فرمایا: یعنی ہتھیلیوں اور چہرے کے علاوہ کچھ بھی نظر نہیں آنا چاہئے۔ (یہ منکر روایت ہے)۔
 تخریج: یہ روایت ابو داود (ج ۴ ص ۶۲ ح ۴۱۰۴) بیہقی (السنن الکبریٰ ج ۲ ص ۲۲۶، ج ۷ ص ۸۶، السنن الصغیر تعلیق ج ۳ ص ۱۲، الآداب ص ۲۹۹ ح ۸۷۷) اور ابن عدی (الکامل ج ۳ ص ۱۲۰۹) نے ”الولید بن مسلم عن سعید بن بشیر عن قتادة عن خالد بن ذریک عن عائشة رضي الله عنها“ کی سند سے بیان کی ہے۔

جرح: اس کی سند بے کار (مردود) ہے، اس میں چار علتیں ہیں:
 (۱) پہلی علت: الولید بن مسلم الدمشقی ہیں اور یہ مدلس ہیں، انھوں نے یہ روایت ”عن“ سے بیان کی ہے اور تحدیث یا سماع کی صراحت نہیں کی۔
 (۲) دوسری علت: سعید بن بشیر الازدی ہے اور یہ ضعیف ہے۔
 (۳) تیسری علت: قتادہ بن دعامہ ہیں، یہ مدلس ہیں۔ قتادہ نے یہ روایت ”عن“ سے بیان کی ہے اور سماع کی تصریح نہیں کی۔

(۴) چوتھی علت: انقطاع ہے خالد بن دریک اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے درمیان۔
 حوالے: دیکھئے تقریب التہذیب (ص ۲۳۴، ۵۸۴) ابو داود نے کہا: یہ مرسل روایت ہے، خالد بن دریک نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا زمانہ نہیں پایا۔ بیہقی (السنن الکبریٰ ج ۷ ص ۸۶) اور طبرانی (المعجم الکبیر ج ۲ ص ۱۴۳) نے ”ابن لهيعة عن عياض بن عبد الله الفهري عن إبراهيم بن عبيد بن رفاعه الأنصاري عن أبيه عن أسماء بنت عميس رضي الله عنها“ کی سند سے (بھی) یہ قصہ بیان کیا ہے۔

اس روایت کی سند بھی سابقہ روایت کی طرح ضعیف ہے۔ اس میں تین علتیں ہیں:
 (۱) پہلی علت: عبد اللہ بن لہیعۃ الحضرمی ہے۔ محدثین نے اسے (اختلاط اور تدلیس وغیرہ کی وجہ سے) ضعیف قرار دیا ہے۔

(۲) دوسری علت: عیاض بن عبد اللہ الفہری کا ضعف ہے۔ یحییٰ بن معین نے اس کے

متعلق فرمایا: یہ ضعیف الحدیث ہے۔ بخاری نے فرمایا: منکر الحدیث ہے، ابو حاتم نے فرمایا: قوی نہیں ہے، الساجی نے فرمایا: ابن وہب نے اس سے روایات بیان کی ہیں اس میں ”نظر“ ہے، احمد بن صالح نے فرمایا: مدینہ میں اس کی شان ثابت ہے اس کی احادیث میں کچھ (گڑبڑ) ہے۔

۳) تیسری علت: عبید بن رفاعۃ الانصاری ہے۔ بخاری اسے التاریخ الکبیر (ج ۵ ص ۴۷) میں اور ابن ابی حاتم الجرح والتعديل (ج ۵ ص ۴۰۶) میں لائے ہیں لیکن نہ تو اس پر جرح کی نہ ہی اس کی تعدیل پس یہ (فوزی کے نزدیک) مجہول ہے۔ ابن حبان وعلی نے اس کی توثیق کی اور یہ مخفی نہیں کہ ان دونوں کی توثیق میں نرمی و تساہل ہے جس پر (فوزی کے نزدیک) اعتماد نہیں کیا جاتا۔

دیکھئے: تہذیب التہذیب (ج ۵ ص ۳۲، ج ۸ ص ۱۸۰)، میزان الاعتدال (ج ۳ ص ۱۸۹) اور بیہقی نے فرمایا: اس کی سند ضعیف ہے۔ ابوداؤد نے مراسیل (ص ۳۱۰) میں ”محمد بن بشار: حدثنا ابن داود: حدثنا هشام عن قتادة“ کی سند سے اسے مرسل بیان کیا۔ فوزی کہتے ہیں: اور یہ معلوم و معروف بات ہے کہ قتادہ کی مرسل روایات ضعیف ترین مراسیل ہیں۔

[تنبیہ: امام علی رحمہ اللہ کو فوزی وغیرہ کا تساہل کہنا بے دلیل، غلط اور مردود ہے لہذا صحیح یہ ہے کہ عبید بن رفاعہ صدوق حسن الحدیث راوی ہیں لیکن یہ سند عبید سے ثابت ہی نہیں ہے۔ لہذا صحیح جرح و تعدیل پر اکتفا کر کے فضول باتوں سے اجتناب کرنا چاہئے۔]

عرض مترجم: استاذی المحترم حافظ زبیر علی زئی نے بھی اپنی کتاب انوار الصحیفۃ فی الاحادیث الضعیفۃ میں اس روایت کو ولید بن مسلم اور قتادہ کی تدلیس، سعید بن بشیر کے ضعیف ہونے اور انقطاع کی وجہ سے ضعیف قرار دیا ہے۔ (ص ۱۰۴ و نیل المقصود: ۴۱۰) جو حضرات خواتین کے لئے چہرے کا پردہ ضروری نہیں سمجھتے وہ اس روایت کو بطور دلیل پیش کرتے ہیں لیکن درج بالا شدید جرح سے واضح ہے کہ یہ روایت ثابت نہیں ہے۔ اس

موضوع پر اہل علم نے بہت کچھ لکھا ہے۔ غور کیا جائے تو چہرہ انسان کے لئے بڑے فتنے کا سبب بنتا ہے لہذا عورتوں کو چاہئے کہ وہ اپنے پردے کا خاص اہتمام کریں۔

پچیسواں قصہ (۲۵): سیدنا حارث بن مالک رضی اللہ عنہ کا قصہ

سیدنا حارث بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس سے گزرے تو آپ نے فرمایا:

اے حارث! تم نے کس طرح صبح کی؟ حارث رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: میں نے سچے مومن کی حیثیت سے صبح کی، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے حارث! دیکھو تم کیا کہہ رہے ہو؟ یقیناً ہر سچ کی ایک حقیقت ہوتی ہے!

حارث نے عرض کی: کیا میں نے دنیا سے کنارہ کشی اختیار نہیں کی اور اپنے دن کے اوقات میں پیاسا نہ رہا (دن میں روزے سے رہا) اور اپنی رات میں (قیام اللیل کے لئے) جاگتا رہا گویا کہ میں اپنے رب کا عرش نمایاں طور پر دیکھ رہا ہوں گویا کہ میں اہل جنت کو دیکھ رہا ہوں وہ اس میں ایک دوسرے سے ملاقات کر رہے ہیں گویا کہ میں اہل جہنم کی طرف دیکھ رہا ہوں، وہ اس میں چیخ و پکار کر رہے ہیں تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے حارث! تو نے پہچان لیا پس اسے لازم پکڑ لے۔ آپ نے تین بار یہ ارشاد فرمایا:

یہ روایت ضعیف ہے۔

تخریج: یہ روایت عبد بن حمید (المختب ج ۱ ص ۴۰۶ ح ۴۴۴) السلی (الاربعین ص ۶۵، ۶۶ طبرانی (المعجم الکبیر ج ۳ ص ۲۶۶ ح ۳۳۶۷) اور بیہقی (شعب الایمان ج ۷ ص ۳۶۳ ح ۱۰۵۹۱) نے ”ابن لہیعۃ: ثنا خالد بن یزید السکسکی عن سعید بن ابی ہلال المدنی عن محمد بن ابی الجہم عن الحارث بن مالک الأنصاری رضی اللہ عنہ“ کی سند سے بیان کی ہے۔

جرح: اس کی سند ضعیف ہے اس میں ابن لہیعہ عبد اللہ الحضرمی ہیں جسے محدثین نے (اختلاط اور تدلیس وغیرہ کی وجہ سے) ضعیف قرار دیا ہے۔

حوالے: دیکھئے تہذیب التہذیب (ج ۵ ص ۳۲۷) میزان الاعتدال (ج ۳ ص ۱۸۹) حافظ پیشی نے مجمع الزوائد (ج ۱ ص ۵۷) میں اس روایت کو ذکر کیا اور کہا: اسے طبرانی نے المعجم الکبیر میں بیان کیا اور اس کی سند میں ابن لہیعہ ہے اور ایسے بھی راوی ہیں جن کا حال جاننے کی ضرورت ہے یعنی اس سند میں مجہول الحال راوی ہیں۔

دوسری سند: طبری نے المنتخب (۵۸۸) میں ”سہل بن موسیٰ الرازی قال: حدثنا الحجاج بن مہاجر عن ایوب بن خوط عن لیث عن زید بن رفیع عن الحارث بن مالک رضی اللہ عنہ“ کی سند سے یہ قصہ نقل کیا ہے۔

اس کی یہ سند تاریک ہے اس میں تین علتیں ہیں:

- (۱) پہلی علت: ایوب بن خوط البصری ہے اس کے متعلق نسائی، دارقطنی، ابن المبارک اور ابن حجر نے فرمایا: یہ متروک راوی ہے۔ ازدی نے کہا: یہ کذاب راوی ہے۔
- (۲) دوسری علت: لیث بن ابی سلیم ہے اور یہ (بڑے حافظے کی وجہ سے) متروک راوی ہے۔

(۳) تیسری علت: زید بن رفیع ہے، اسے دارقطنی نے ضعیف قرار دیا اور نسائی نے فرمایا: یہ قوی نہیں۔

حوالے: دیکھئے میزان الاعتدال (ج ۱ ص ۲۸۶، ج ۲ ص ۲۹۳) تقریب التہذیب (ص ۱۱۸، ۲۶۴) اور لسان المیزان (ج ۲ ص ۵۰۷)

تیسری سند: بیہقی نے الزہد الکبیر (ص ۳۵۵ ج ۳ ص ۹۷) میں ”أبو فروة یزید بن محمد بن یزید بن سنان: ثنا زید بن أبی أنیسۃ عن عبد الأکرم عن الحارث ابن مالک رضی اللہ عنہ“ کی سند سے یہ قصہ بیان کیا ہے۔

اس کی سند انتہائی ضعیف ہے اس میں دو علتیں ہیں:

- (۱) پہلی علت: ابوفروہ یزید بن محمد بن یزید بن سنان ہے، ابن ابی حاتم الجرح والتعدیل (ج ۹ ص ۲۸۸) میں اس کا نام لائے ہیں اور اس پر نہ جرح ذکر کی نہ تعدیل تو یہ

(فوزی کے نزدیک) مجہول ہے۔

[اس مشہور آدمی کو ابن حبان نے کتاب الثقات (۲۷۶/۹) اور ذہبی نے سیر اعلام النبلاء (۵۵۵/۱۲) میں ذکر کیا ہے۔ حافظ ابن کثیر نے بغیر کسی دلیل کے اسے احد الضعفاء کہا۔ (البدایہ والنہایہ ۴۷/۱) یہ ۲۶۹ھ میں فوت ہوا تھا۔ واللہ اعلم]

(۲) دوسری علت: عبد اکرم مجہول ہے۔

چوتھی سند: بزار نے اپنی مسند (ج ۲ ص ۲۶) بیہقی نے شعب الایمان (ج ۷ ص ۳۶۲ ح ۱۰۵۹۰) اور حکیم ترمذی نے (الصلاۃ ص ۷۳، ۹۸، نوادر الاصول ص ۷۲، ۷۳) میں ”یوسف بن عطیہ البصري عن ثابت عن أنس“ کی سند سے یہ روایت بیان کی ہے۔ اس کی سند بے کار ہے اس میں یوسف بن عطیہ البصری ہے جس کے متعلق ابو حاتم، ابوزر عہ اور دارقطنی نے فرمایا: یہ ضعیف الحدیث ہے۔ نسائی نے فرمایا: یہ متروک ہے اور ابن معین نے فرمایا: یہ کچھ بھی نہیں ابن حبان نے فرمایا: یہ احادیث میں الٹ پلٹ کر دیتا اور اسانید صحیحہ کے ساتھ موضوع احادیث لگا دیتا تھا اس سے استدلال کرنا صحیح نہیں، ابن حجر نے فرمایا: یہ متروک ہے۔

حوالے: دیکھئے میزان الاعتدال (ج ۶ ص ۱۴۲) تقریب التہذیب (ص ۶۱۱) ابن الجوزی کی الضعفاء (ج ۳ ص ۲۲۱) بیہقی نے فرمایا: یہ منکر روایت ہے، اس میں یوسف کو خبط ہوا ہے، ایک بار کہا: حارث نے بیان کیا اور ایک بار کہا کہ حارث نے۔ دیکھئے الاصابہ (ج ۱ ص ۲۸۹) حافظ العراقی نے احیاء العلوم کی تخریج (ج ۴ ص ۲۲۰) میں فرمایا: بزار نے اسے انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا اور طبرانی نے حارث بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ سے، یہ دونوں روایتیں ضعیف ہیں۔ حافظ ذہبی نے میزان الاعتدال میں یوسف کے ذکر میں اس کی بعض منکر روایات ذکر کی ہیں جن میں یہ روایت بھی بیان کی۔ علامہ پیشی نے مجمع الزوائد (ج ۱ ص ۵۷) میں فرمایا: اسے بزار نے روایت کیا اور اس کی سند میں یوسف بن عطیہ ہے، اس سے استدلال نہیں کیا جاتا۔

ابن ابی شیبہ نے المصنف (ج ۱۱ ص ۴۳) اور ”الایمان“ (ص ۳۸) میں ”ابن نمیر قال: حدثنا مالك بن مغول عن زبيد قال: قال رسول الله ﷺ“ کی سند سے یہ روایت بیان کی ہے۔ فوزی کہتے ہیں: البانی نے اس حدیث پر اپنی تعلیق میں فرمایا: یہ معضل (سخت منقطع) روایت ہے۔ اس لئے کہ زبید چھٹے طبقے سے ہیں اور اس طبقہ کے کسی فرد نے کسی صحابی سے ملاقات نہیں کی جیسا کہ حافظ ابن حجر نے تقریب التہذیب میں صراحت کی ہے۔۔۔ یہ روایت عبد بن حمید، طبرانی اور ابونعیم وغیرہم نے ضعیف سند سے بیان کی۔

اور اس روایت کو حکیم ترمذی نے الصلاة (ص ۷۳) اور نوادر الاصول (ص ۳۷۱) میں ”عبدالعزیز بن أبي داود“ کی سند سے بیان کیا ہے۔ اس کی سند معضل (سخت منقطع) ہے۔

ذہبی نے المیزان (ج ۳ ص ۲۹) میں ”جریر بن عتبہ بن عبد الرحمن: حدثني أبي قال: حدثنا أنس بن مالك“ کی سند سے یہ روایت بیان کی۔ یہ سند کمزور ہے اور اس میں دو علتیں ہیں:

- ۱: پہلی علت: جریر بن عتبہ بن عبد الرحمن ہے۔ ابوحاتم نے اس کے متعلق فرمایا: یہ مجہول ہے۔
 - ۲: دوسری علت: جریر کے والد عتبہ ہیں جو کہ متکلم فیہ راوی ہیں۔
- دیکھئے میزان الاعتدال (ج ۱ ص ۳۹۶، ج ۳ ص ۲۸) اور عتبہ بن عبد الرحمن الحرستانی کے ترجمہ میں حافظ ذہبی نے فرمایا: ان سے ان کے بیٹے جریر نے دو باطل روایات بیان کی ہیں، مجھے نہیں معلوم کہ آفت اس کی طرف سے ہے یا اس کے بیٹے کی طرف سے۔
- ان دو روایات میں سے ایک یہی ہے۔

ایک اور سند: اور اسی طرح ذہبی نے میزان الاعتدال (ج ۱ ص ۹۰) میں ”أحمد بن الحسن بن أبان عن أبي عاصم عن شعبة وسفيان عن سلمة بن كهيل عن أبي سلمة عن أبي هريرة“ کی سند سے یہ قصہ بیان کیا ہے۔

یہ سند گھڑی ہوئی ہے، اس سند میں احمد بن الحسن بن ابان راوی کذاب ہے، یہ دجال ہے حدیثیں بنایا کرتا تھا۔

ایک اور سند: ابن المبارک نے ”الزہد“ (ص ۱۰۵) اور عبدالرزاق نے اپنی تفسیر (ق ۲۷۱) میں ”معمرو بن صالح بن مسمار أن رسول الله ﷺ“ کی سند سے یہ روایت بیان کی۔ اس کی سند معطل (منقطع) ہے۔ اس کی سند سے تین یا تین سے زائد راوی ساقط ہیں۔ اس لئے کہ صالح بن مسمار ساتویں طبقہ سے ہے جیسا کہ تقریب التہذیب (ص ۲۷۴) میں ہے اور یہ روایت انھوں نے مرسل بیان کی ہے۔ ابن حجر نے الاصابۃ (ج ۱ ص ۲۸۹) میں فرمایا: یہ روایت معطل ہے۔ ابن صاعد نے فرمایا: میں نہیں جانتا کہ صالح بن مسمار نے ایک حدیث کے علاوہ کوئی حدیث مسند بیان کی ہو اور یہ حدیث موصولاً ثابت نہیں۔

عبدالرزاق نے المصنف (ج ۱۱ ص ۱۲۹) اور بیہقی نے شعب الایمان (ج ۷ ص ۳۶۳) میں ”معمرو بن صالح بن مسمار و جعفر بن برقان أن النبي ﷺ“ کی سند سے یہ روایت بیان کی ہے۔ یہ سند بھی سابقہ سند کی طرح ہے اور بیہقی نے اسے ”انقطاع“ کی وجہ سے معلل (ضعیف) قرار دیا ہے۔

ایک اور سند: عبدالرزاق نے اپنی تفسیر (ق ۲۷۱) میں ”عمرو بن قیس الملائی عن زید السلمي قال: قال النبي ﷺ“ کی سند سے یہ روایت بیان کی ہے۔ اس کی سند اعضاء (انقطاع) اور زید السلمي کی جہالت کی وجہ سے ضعیف ہے۔

ایک اور سند: ابن ابی شیبہ نے المصنف (ج ۱۱ ص ۴۲) اور الایمان (ص ۳۷) میں ”أبو معشر عن محمد بن صالح الأنصاري“ کی سند سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے عوف بن مالک سے ملاقات کی تو فرمایا: اے عوف بن مالک! آپ نے کیسے صبح کی؟ انھوں نے عرض کیا: میں نے سچے مومن کی حیثیت سے صبح کی.... الحدیث

فوزی فرماتے ہیں: البانی نے اس حدیث پر اپنی تعلیق میں فرمایا: یہ ضعیف مرسل روایت ہے اس لئے کہ محمد بن صالح الانصاری التمار المدنی تبع تابعین میں سے ہیں آپ صدوق تھے لیکن غلطیاں کرتے تھے جیسا کہ تقریب التہذیب میں ہے اور ابو معشر کا نام نجیح بن عبد الرحمن ہے اور یہ ضعیف ہے۔

ایک اور سند: القضاہی نے مسند الشہاب (ج ۲ ص ۱۲۷) میں ’اسحاق بن عبد اللہ ابن کیسان عن أبیه عن ثابت عن أنس‘ کی سند سے یہ قصہ بیان کیا کہ سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم ٹیک لگائے ہوئے تھے، فرمایا: اے معاذ! تو نے کس طرح صبح کی؟ معاذ نے عرض کی: اس حال میں صبح کی کہ میں اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے والا تھا..... الحدیث اس کی سند انتہائی کمزور ہے اور اس میں دو علتیں ہیں:

(۱) پہلی علت: اسحاق بن عبد اللہ بن کیسان ہے۔ ابو احمد الحاکم نے اسے ضعیف قرار دیا اور امام بخاری نے فرمایا: یہ منکر الحدیث ہے۔

(۲) دوسری علت: اسحاق کا والد عبد اللہ بن کیسان المروزی ہے۔ امام بخاری نے فرمایا: یہ منکر الحدیث ہے۔ ابو حاتم نے کہا: ضعیف ہے اور نسائی نے کہا: قوی نہیں۔ دیکھئے میزان الاعتدال (۱۹۴/۳، ۱۸۹/۳) اور لسان المیزان (۳۶۵/۱) [خلاصۃ التحقیق: معلوم ہوا کہ یہ روایت اپنی تمام سندوں کے ساتھ ضعیف و مردود ہے۔]

حافظ شیر محمد

کھانا کھانے کے بعد دعا

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

جو شخص کھانا کھانے کے بعد (یہ دعا) پڑھے:

((اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ اَطْعَمَنِيْ هٰذَا وَرَزَقْنِيْهِ مِنْ غَيْرِ حَوْلٍ مِّنِّيْ وَلَا قُوَّةٍ))

تو اُس کے سابقہ (صغیرہ) گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔

[سنن الترمذی: ۳۴۵۸ وقال: ”هٰذِهِ حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ“]

حافظ زبیر علی زئی

آٹھ رکعات تراویح اور غیر اہل حدیث علماء

رمضان میں عشاء کی نماز کے بعد جو نماز بطور قیام رمضان پڑھی جاتی ہے، اسے عُرف عام میں تراویح کہتے ہیں۔ راقم الحروف نے ”نور المصابیح فی مسئلۃ التراویح“ میں ثابت کر دیا ہے کہ گیارہ رکعات قیام رمضان (تراویح) سنت ہے۔

نبی کریم ﷺ عشاء کی نماز سے فارغ ہونے کے بعد فجر (کی اذان) تک (عام طور پر) گیارہ رکعات پڑھتے تھے۔ آپ ہر دو رکعتوں پر سلام پھیرتے تھے اور (آخر میں) ایک وتر پڑھتے تھے۔ دیکھئے صحیح مسلم (۲۵۴/۱ ج ۳۶۷)

نبی کریم ﷺ نے رمضان میں (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو جماعت سے) آٹھ رکعتیں پڑھائیں۔ دیکھئے صحیح ابن خزیمہ (۱۰۷۰ ج ۳۸/۲) و صحیح ابن حبان (الاحسان ۶۲/۲ ج ۲۴۰۱، ۶۲/۴ ج ۲۴۰۶) اس روایت کی سند حسن ہے۔

سیدنا امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ نے (نماز پڑھانے والوں) سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ اور سیدنا تمیم الداری رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ لوگوں کو (رمضان میں نماز عشاء کے بعد) گیارہ رکعات پڑھائیں۔ دیکھئے موطأ امام مالک (۲۴۹ ج ۱۱/۱) والسنن الکبریٰ للنسائی (۴۶۸ ج ۱۱/۳) اس روایت کی سند صحیح ہے اور محمد بن علی النبیوی (تقلیدی) نے بھی اس کی سند کو صحیح کہا ہے۔ دیکھئے آثار السنن (ج ۵، ۷، دوسرے نسخہ: ۷۷۶)

صحابہ و تابعین اور سلف صالحین کا اس پر عمل رہا ہے۔

اب اس مضمون میں حنفی و تقلیدی علماء کے حوالے پیش خدمت ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ ان لوگوں کے نزدیک بھی آٹھ رکعات تراویح سنت ہے۔

① ابن ہمام حنفی (متوفی ۸۶۱ھ) لکھتے ہیں: ”فتحصل من هذا كله أن قيام

رمضان سنة إحدى عشرة ركعة بالوتر في جماعة“

اس سب کا حاصل (نتیجہ) یہ ہے کہ قیامِ رمضان (تراویح) گیارہ رکعات مع وتر،

جماعت کے ساتھ سنت ہے۔ [فتح القدیر شرح الہدایہ ج ۱ ص ۴۰۷ باب النوافل]

② سید احمد طحاوی حنفی (متوفی ۱۲۳۳ھ) نے کہا:

”لأن النبي عليه الصلوة والسلام لم يصلها عشرين، بل ثمانی“

کیونکہ بے شک نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بیس نہیں پڑھیں بلکہ آٹھ پڑھیں۔

[حاشیہ الطحاوی علی الدر المختار ج ۱ ص ۲۹۵]

③ ابن نجیم مصری (متوفی ۹۷۰ھ) نے ابن ہمام حنفی سے بطور اقرار نقل کیا کہ

”فإذن يكون المسنون على أصول مشايخنا ثمانية منها

والمستحب اثنا عشر“

پس اس طرح ہمارے مشائخ کے اصول پر ان میں سے آٹھ (رکعتیں) مسنون

اور بارہ (رکعتیں) مستحب ہو جاتی ہیں۔ [البحر الرائق ج ۲ ص ۶۷]

تنبیہ: ابن ہمام وغیرہ کا آٹھ کے بعد بارہ (۱۲) رکعتوں کو مستحب کہنا خفیوں و تقلیدیوں

کے اس قول کے سراسر خلاف ہے کہ ”بیس رکعات تراویح سنت مؤکدہ ہے اور اس سے کم یا

زیادہ جائز نہیں ہے۔“

④ ملا علی قاری حنفی (متوفی ۱۰۱۴ھ) نے کہا:

”فتحصل من هذا كله أن قيام رمضان سنة إحدى عشرة بالوتر

في جماعة فعله عليه الصلوة والسلام“ اس سب کا حاصل (نتیجہ) یہ

ہے کہ قیامِ رمضان (تراویح) گیارہ رکعات مع وتر، جماعت کے ساتھ سنت

ہے، یہ آپ ﷺ کا عمل ہے۔ [مرقاۃ المفاتیح ج ۳ ص ۳۸۲ ح ۱۳۰۳]

⑤ دیوبندیوں کے منظورِ نظر محمد حسن نانوتوی (متوفی ۱۳۱۲ھ) فرماتے ہیں:

”لأن النبي ﷺ لم يصلها عشرين بل ثمانياً“

کیونکہ بے شک نبی ﷺ نے بیس (۲۰) نہیں پڑھیں بلکہ آٹھ (۸) پڑھیں۔

[حاشیہ کنز الدقائق ص ۳۶ حاشیہ: ۴۰]

نیز دیکھئے شرح کنز الدقائق لابی السعد الحنفی ص ۲۶۵

- ① دیوبندیوں کے منظورِ خاطر عبدالشکور لکھنوی (متوفی ۱۳۸۱ھ) لکھتے ہیں کہ
 ”اگرچہ نبی ﷺ سے آٹھ رکعت تراویح مسنون ہے اور ایک ضعیف روایت
 میں ابن عباس سے بیس رکعت بھی۔ مگر.....“ [علم الفقہ ص ۱۹۸، حاشیہ]
 ② دیوبندیوں کے دل پسند عبدالحی لکھنوی (متوفی ۱۳۰۴ھ) لکھتے ہیں:
 ”آپ نے تراویح دو طرح ادا کی ہے (۱) بیس رکعتیں بے جماعت.... لیکن اس
 روایت کی سند ضعیف ہے... (۲) آٹھ رکعتیں اور تین رکعت و تراجماعت...“
 [مجموعہ فتاویٰ عبدالحی ج ۱ ص ۳۳۱، ۳۳۲]

- ③ خلیل احمد سہارنپوری دیوبندی (متوفی ۱۳۴۵ھ) لکھتے ہیں:
 ”البتہ بعض علماء نے جیسے ابن ہمام آٹھ کو سنت اور زائد کو مستحب لکھا ہے سو یہ قول
 قابلِ طعن کے نہیں“ [براہین قاطعہ ص ۸] خلیل احمد سہارنپوری مزید لکھتے ہیں کہ
 ”اور سنت مؤکدہ ہونا تراویح کا آٹھ رکعت تو بالاتفاق ہے اگر خلاف ہے تو بارہ
 میں ہے“ [براہین قاطعہ ص ۱۹۵]

- ④ انور شاہ کشمیری دیوبندی (متوفی ۱۳۵۲ھ) فرماتے ہیں:
 ”ولا مناص من تسلیم أن تراویحه عليه السلام كانت ثمانية
 ركعات ولم يثبت في رواية من الروايات أنه عليه السلام صلى
 التراويح والتهجد عليه في رمضان... وأما النبي ﷺ فصح
 عنه ثمان ركعات وأما عشرون ركعة فهو عنه عليه السلام بسند
 ضعيف وعلى ضعفه اتفاق...“
 اور اس کے تسلیم کرنے سے کوئی چھٹکارا نہیں ہے کہ آپ علیہ السلام کی تراویح
 آٹھ رکعات تھی اور روایتوں میں سے کسی ایک روایت میں بھی یہ ثابت نہیں ہے

کہ آپ علیہ السلام نے رمضان میں تراویح اور تہجد علیحدہ پڑھے ہوں...
 رہے نبی ﷺ تو آپ سے آٹھ رکعتیں صحیح ثابت ہیں اور رہی بیس رکعتیں تو وہ
 آپ علیہ السلام سے ضعیف سند کے ساتھ ہیں اور اس کے ضعیف ہونے پر
 اتفاق ہے۔ [العرف الشذی ص ۱۶۶ ج ۱]

⑩ نماز تراویح کے بارے میں حسن بن عمار بن علی الشربلی حنفی (متوفی
 ۱۰۶۹ھ) فرماتے ہیں: ”(وصلوتها بالجماعة سنة كفاية) لما ثبت
 أنه ﷺ صلى بالجماعة إحدى عشرة ركعة بالوتر...“ (اور اس کی
 باجماعت نماز سنت کفایہ ہے) کیونکہ یہ ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے جماعت
 کے ساتھ گیارہ رکعتیں مع وتر پڑھی ہیں۔ [مراقی الفلاح شرح نور الایضاح ص ۹۸]
 محمد یوسف بنوری دیوبندی (متوفی ۱۳۹۷ھ) نے کہا:

”فلا بد من تسليم أنه ﷺ صلى التراويح أيضاً ثمانين ركعات“
 پس یہ تسلیم کرنا ضروری ہے کہ آپ ﷺ نے آٹھ رکعات تراویح بھی پڑھی ہے۔

[معارف السنن ج ۵ ص ۵۴۳]

تنبیہ (۱): یہ تمام حوالے ان لوگوں پر بطور الزام و اتمام حجت پیش کیے گئے ہیں جو ان
 علماء کو اپنا اکابر مانتے ہیں اور ان کے اقوال کو عملاً حجت تسلیم کرتے ہیں۔ یہاں یہ بات بھی
 قابل ذکر ہے کہ ان بعض علماء نے بغیر کسی صحیح دلیل کے یہ غلط دعویٰ کر رکھا ہے کہ
 ”مگر حضرت فاروق اعظم نے اپنی خلافت کے زمانہ میں بیس رکعت پڑھنے کا حکم فرمایا اور
 جماعت قائم کر دی“ اس قسم کے بے دلیل دعوؤں کے رد کے لیے یہی کافی ہے کہ سیدنا عمر
 رضی اللہ عنہ نے گیارہ رکعات پڑھنے کا حکم دیا تھا۔ [دیکھئے موطأ امام مالک ۱۱۶۱ و سندہ صحیح]

تنبیہ (۲): امام ابو حنیفہ، قاضی ابو یوسف، محمد بن الحسن الشیبانی اور امام طحاوی کسی سے بھی
 بیس رکعات تراویح کا سنت ہونا باسند صحیح ثابت نہیں ہے۔ وما علينا إلا البلاغ

(۱۷/رجب ۱۴۲۷ھ)

ابن بشیر الحسینی

صف بندی کے مسائل

انتہائی اختصار کے ساتھ صف بندی کے مسائل پیش خدمت ہیں:

(۱) صفوں میں مل کر کھڑا ہونا

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جو شخص صف ملائے گا اللہ بھی اسے (اپنی رحمت سے) ملائے گا۔“ [ابوداؤد: ۶۶۶، سنہ حسن، اسے امام ابن خزیمہ (۱۵۴۹) حاکم (۲۱۳۱) اور ذہبی نے صحیح کہا ہے]

(۲) صفوں کو برابر کرنا

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”سووا صفو فکم“ تم اپنی صفوں کو برابر کرو۔

[صحیح بخاری: ۷۲۳، صحیح مسلم: ۴۳۳]

سیدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہماری صفوں کو (اس طرح) برابر کرتے گویا تیروں کو برابر کرتے ہوں۔ [صحیح مسلم: ۴۳۶]

(۳) صفوں کو سیدھا کرنا چاہئے۔

سیدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کی طرف رخ کر کے فرمایا: ”لوگو! اپنی صفوں کو سیدھا کرو، لوگو! اپنی صفیں درست کرو، لوگو! اپنی صفیں برابر کرو۔ سنو اگر تم نے صفیں سیدھی نہ کیں تو اللہ تعالیٰ تمہارے دلوں میں اختلاف ڈال دے گا“ پھر تو یہ حالت ہو گئی کہ ہر شخص اپنے ساتھی کے ٹخنے سے ٹخنا، گھٹنے سے گھٹنا اور کندھے سے کندھا چپکا دیتا تھا۔ [صحیح بخاری: ۷۱۸]

(۴) صف کو ملاتے وقت ٹخنے سے ٹخنا، گھٹنے سے گھٹنا، کندھے سے کندھا ملا ہوا ہو (ابوداؤد:

۶۶۲ وھوحدیث صحیح) سینے سے سینہ اور کندھے سے کندھا (ساتھ والے مقتدی کے) برابر

ہونا چاہئے۔ [ابوداؤد: ۶۶۴، سنہ حسن، اسے ابن خزیمہ (۱۵۵۱) اور ابن حبان (۳۸۶) نے صحیح کہا ہے]

گردنیں بھی ایک دوسرے کے برابر ہونی چاہئیں۔

[ابوداؤد: ۶۶۷ وسندہ صحیح، اسے ابن خزیمہ (۱۵۴۵) اور ابن حبان (۳۸۷) نے صحیح کہا ہے]

اور دوسرے (ساتھی) کے قدم سے قدم ملانا چاہئے۔ [صحیح بخاری: ۷۲۵]

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”صفوں کو قائم کرو مونڈھوں کو برابر کرو اور خالی جگہوں (جو صفوں کے درمیان رہ جائیں) کو بند کرو، اپنے بھائیوں (نمازیوں) کے لئے نرم ہو جاؤ اور شیطان کے لیے صفوں میں جگہ نہ چھوڑو، جو شخص صف ملائے گا اللہ تعالیٰ بھی اس کو (اپنی رحمت سے) ملائے گا۔ اور جو شخص صف کو کاٹے گا تو اللہ تعالیٰ بھی اس کو (اپنی رحمت سے) کاٹے گا۔“

[ابوداؤد: ۶۶۷ وسندہ حسن، اس حدیث کو ابن خزیمہ (۱۵۴۹) حاکم (۲۱۳۱) اور ذہبی نے صحیح کہا ہے]

(۵) صف میں مل کر سیسہ پلائی ہوئی دیوار کی طرح کھڑا ہونا چاہئے:

سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”رصوا صفوفکم سیسہ پلائی ہوئی دیوار کی طرح اپنی صفوں کو ملاؤ۔“

[ابوداؤد: ۶۶۷ وسندہ صحیح، اس حدیث کو ابن خزیمہ (۱۵۴۵) اور ابن حبان (۳۸۷) نے صحیح کہا ہے]

تنبیہ (۱): اگر صفوں میں خلا ہو تو وہاں شیطان سیاہ بکری کے بچے کی شکل اختیار کر کے داخل ہو جاتا ہے۔ [ابوداؤد: ۶۶۷ وسندہ صحیح، اس حدیث کو ابن خزیمہ (۱۵۴۵) اور ابن حبان (۳۸۷) نے صحیح کہا ہے]

تنبیہ (۲): بعض لوگ صفوں میں ایک دوسرے سے ہٹ کر اس طرح کھڑے ہوتے ہیں کہ ہر دو آدمیوں کے درمیان کم از کم چار انچ یا اس سے زیادہ جگہ خالی ہوتی ہے۔ اس طریقے سے نہ تو نمازیوں کے کندھے ایک دوسرے سے ملتے ہیں اور نہ قدم بلکہ ایک بکھری ہوئی، ٹوٹی پھوٹی صف کا نظارہ ہوتا ہے گویا زبان حال سے یہ گواہی دے رہے ہیں کہ جیسے وہ ایک دوسرے سے دُور کھڑے ہیں اسی طرح اُن کے دل بھی ایک دوسرے سے بہت دُور ہیں۔

صفوں کے درمیان ایک دوسرے سے ہٹ کر کھڑے ہونے کا کوئی ثبوت قرآن و حدیث میں قطعاً نہیں ہے۔

(۶) صف کی دائیں جانب کھڑا ہونا زیادہ پسندیدہ عمل ہے:

سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ”جب ہم رسول اللہ ﷺ کے پیچھے نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو آپ (ﷺ) کی داہنی جانب کھڑا ہونا پسند کرتے تھے۔“ [صحیح مسلم: ۷۰۹]

صحیح ابن خزیمہ میں یہ الفاظ بھی ہیں کہ ”لأنه كان يبدأ بالسلام عن يمينه“

(ہم رسول اللہ ﷺ کی دائیں طرف کھڑا ہونا اس لیے زیادہ پسند کرتے تھے) کیونکہ آپ ﷺ سلام پہلے دائیں طرف کہتے تھے۔ (ح ۱۵۶۴)

(۷) صفوں کی ترتیب:

سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ”پہلی صف کو پورا کرو پھر اس کو جو پہلی کے نزدیک ہے۔“ [ابوداؤد: ۶۷۱ و صوح حدیث صحیح، اسے ابن خزیمہ (۱۵۴۶) اور ابن حبان (۳۹۰) نے صحیح کہا ہے]

(۸) پہلی صف سے ہمیشہ پیچھے رہنے پر وعید:

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”ہمیشہ لوگ (پہلی صف سے) پیچھے ہٹتے رہیں گے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ بھی ان کو (اپنی رحمت میں) پیچھے ڈال دے گا۔“ [صحیح مسلم: ۴۳۸]

(۹) پہلی صف میں نماز پڑھنے کی فضیلت۔

سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ”بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے پہلی صف کے لیے رحمت کی دعا کرتے ہیں۔“

[ابن ماجہ: ۹۹۷ و سندہ صحیح]

سیدنا عرابض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ پہلی صف کے لئے تین دفعہ مغفرت کی دعا کرتے تھے اور دوسری صف کے لیے ایک دفعہ۔“

(سنن النسائي: ۸۱۸ و احمد: ۱۲۸/۴، اس حدیث کو ابن خزیمہ (۱۵۵۸) ابن حبان (الاحسان ۳/۳۹۶) اور حاکم (۲۱۷/۱) نے صحیح کہا ہے۔)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اگر لوگوں کو اذان اور پہلی صف کے ثواب کا پتا چل جائے پھر ان کے لیے قرعہ اندازی کے بغیر کوئی چارہ نہ رہے تو وہ ضرور قرعہ اندازی کریں۔“ [صحیح بخاری: ۶۱۵، صحیح مسلم: ۴۳۷]

(۱۰) عورتوں اور مردوں کی سب سے بہترین صف

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ”مردوں کی پہلی صف سب سے افضل ہے اور آخری صف بدتر ہے اور عورتوں کی آخری صف سب سے افضل ہے اور پہلی بدتر ہے۔“ [صحیح مسلم: ۴۴۰]

(۱۱) پہلی صف میں نقص نہیں ہونا چاہئے آخری صف میں نقص رہ جائے مکمل نہ ہو تو خیر ہے۔

سیدنا انس رضی اللہ عنہ روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ”پہلی صف کو مکمل کرو اگر آخری صف میں نقص رہ جائے تو کوئی حرج نہیں۔“

[صحیح ابن خزیمہ: ۱۵۴۶، ۱۵۴۷، سنن ابی داؤد: ۶۷۱، وصحیح ترمذی: ۲۷۱۱]

(۱۲) صف بندی کے مراتب

① پہلی صف میں امام کے قریب بالغ اور عقلمند لوگ کھڑے ہونے چاہئیں۔

سیدنا ابو مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”میرے قریب (صف میں) وہ لوگ رہیں جو بالغ اور عقل مند ہیں پھر جو ان کے قریب ہیں پھر جو ان کے قریب ہیں۔“ [صحیح مسلم: ۴۳۲]

② کم عمر لڑکے کچھلی صف میں کھڑے ہوں۔

سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھنے کے لیے کھڑے ہوئے، پہلے مردوں نے صف باندھی پھر لڑکوں نے اس کے بعد آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے نماز پڑھائی پھر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا: یہ میری امت کی نماز ہے۔“

(ابوداؤد: ۶۷۷۷، سندہ حسن، وحسن ابن الملقن فی تحفۃ المحتاج: ۵۴۸)

③ عورت اگر باجماعت نماز پڑھے تو سب سے آخری صف میں کھڑی ہوگی۔

سیدنا انس رضی اللہ عنہ کی حدیث میں یہ الفاظ بھی ہیں کہ ”میں نے اور ایک بچے نے اکٹھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے صف بنائی اور ایک بڑھیا اکیلی ہی صف میں ہمارے پیچھے کھڑی ہو گئی۔“ [صحیح بخاری: ۴۲۷، ۳۸۰، صحیح مسلم: ۶۵۸]

فائدہ (۱): اگر ایک بچہ ہے تو مردوں کے ساتھ کھڑا ہو سکتا ہے۔

فائدہ (۲): اگر عورت صف میں اکیلی ہی کھڑی ہو تو اس کی نماز درست ہے۔

(۱۳) صف کے پیچھے اکیلے کھڑے ہو کر نماز نہیں پڑھنی چاہئے۔

سیدنا ابوصہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو صف کے پیچھے اکیلے نماز پڑھتے ہوئے دیکھا تو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اس کو نماز لوٹانے کا حکم دیا۔ [ابوداؤد: ۶۸۴، سندہ صحیح، اس حدیث کو امام ترمذی (۲۳۰) نے ”حسن“ اور ابن حبان (۵۷۵-۵۷۶) نے صحیح کہا ہے]

ایک روایت میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((لا صلوة للذي خلف الصف)) جو آدمی صف کے پیچھے (اکیلے) نماز پڑھتا ہے اس

کی نماز نہیں ہوتی۔ [سنن ابن ماجہ: ۱۰۰۳، سندہ صحیح و صحیح ابن خزیمہ: ۱۵۶۹، وابن حبان، الموارد: ۴۰۱، ۴۰۲]

تنبیہ: اگلی صف سے کھینچنے والی تمام روایات ضعیف ہیں۔ [لیکن ایک امام اور ایک مقتدی پر قیاس کرتے ہوئے اگلی صف سے آدمی کھینچ لینا جائز ہے۔ واللہ اعلم]

(۱۴) جب صرف دو نمازی ہوں، ایک امام اور ایک مقتدی مرد ہو تو مقتدی کو

امام کے دائیں طرف کھڑا ہونا چاہئے۔ امام بائیں طرف ہوگا۔

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے اپنی خالہ (سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا) کے ہاں رات بسر کی۔ رات کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھنے لگے تو میں بھی آپ کے ساتھ بائیں جانب کھڑا ہو گیا آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے میرا سر پکڑا اور مجھے اپنی دائیں جانب کھڑا کر دیا۔“ [صحیح بخاری: ۶۹۹]

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بھی رسول اللہ ﷺ کی بائیں طرف کھڑے ہوئے تو رسول اللہ ﷺ نے ان کو ہاتھ سے پکڑ کر گھمایا اور اپنی دائیں جانب کھڑا کر دیا۔ [صحیح مسلم: ۳۰۱۰]

امام الائمہ امام ابن خزیمہ نے کہا: ”والمأ موم من الرجال إن كان واحداً فسنته أن يقوم عن يمين إمامه“ اگر مقتدی مرد اکیلا ہو تو سنت یہ ہے کہ وہ امام (کے ساتھ اُس) کی دائیں طرف (نماز پڑھنے کے لیے) کھڑا ہو۔ [صحیح ابن خزیمہ ۳۱۲ ح ۱۵۷۰]

فائدہ: ان دونوں احادیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ اگر ایک آدمی نماز ادا کر رہا ہو تو بعد میں آنے والا اگر اس کے ساتھ نماز میں مل جائے تو جماعت ہو سکتی ہے۔

امام بخاری نے صحیح بخاری میں باب قائم کیا کہ ”إذا لم ينو الإمام أن يؤم ثم جاء قوم فأمهم“ جب امام نے امامت کرانے کی نیت نہ کی ہو پھر کوئی قوم آجائے تو وہ ان کی امامت کرادے۔ (ح ۱۹۹)

(۱۵) جب دو مقتدی ہوں تو امام کے پیچھے کھڑے ہوں۔

سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کی ایک لمبی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ اکیلے نماز پڑھ رہے تھے، پھر میں (جابر رضی اللہ عنہ) آیا یہاں تک کہ میں رسول اللہ ﷺ کی بائیں جانب کھڑا ہو گیا، آپ نے میرا ہاتھ پکڑا اور گھما کر اپنی دائیں جانب کھڑا کر دیا۔ پھر جبار بن صخر رضی اللہ عنہ آئے، انھوں نے وضو کیا، پھر آ کر رسول اللہ ﷺ کی بائیں جانب کھڑے ہو گئے تو رسول اللہ ﷺ نے جابر بن عبد اللہ اور جبار بن صخر رضی اللہ عنہما دونوں کو پکڑ کر پیچھے دھکیل دیا حتیٰ کہ ہم آپ کے پیچھے کھڑے ہو گئے۔“ [دیکھئے صحیح مسلم: ۳۰۱۰]

اس حدیث پر امام ابن خزیمہ (۱۵۳۵) نے یہ باب باندھا ہے:

”باب قيام الاثنين خلف الإمام“ دو آدمیوں کا امام کے پیچھے کھڑے ہونے کا بیان۔

فائدہ (۱): مذکورہ حدیث میں امام کا مقتدی کو پیچھے کرنے کا ذکر ہے۔

فائدہ (۲): اگر امام اور ایک مقتدی دونوں اکٹھے نماز پڑھ رہے ہیں، کوئی تیسرا بھی جماعت میں شامل ہو گیا تو امام خود اگلی صف میں بھی جا سکتا ہے۔

[دیکھئے صحیح ابن خزیمہ: ۱۵۳۶ وسندہ صحیح، سعید بن ابی بلال حدیث پہ قبل اختلاط]

فائدہ (۳): اگر امام کے علاوہ ایک مرد ہو اور ایک عورت تو مرد امام کی دائیں طرف کھڑا ہو

اور عورت پیچھے کھڑی ہو۔ [صحیح مسلم: ۶۶۰/۲۶۹ وترقیم دارالسلام: ۱۵۰۲]

(۱۶) عورت اگر عورتوں کی امامت کرائے تو وہ صف میں کھڑی ہوگی۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرض نماز پڑھائی اور آپ عورتوں کے درمیان (صف میں) کھڑی

ہوئیں۔ [سنن دارقطنی ۴۰/۲۱ ح ۱۲۲۹، وسندہ حسن، ماہنامہ الحدیث: ۱۵ ص ۲۲]

(۱۷) دوستوں کے درمیان صف نہیں بنانی چاہئے۔

سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ”ہم رسول اللہ ﷺ کے دور میں (ستونوں کے

درمیان صفیں بنانے سے) بچتے تھے۔“ [ابوداؤد: ۶۷۳ وسندہ صحیح، ترمذی (۲۲۹) نے اس کو

حسن کہا ہے) (حاکم (۲۱۸/۱) اور ذہبی نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے]

(۱۸) صفیں ایک دوسرے کے قریب ہونی چاہئیں۔

سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”.....صفوں کے درمیان

تم قربت کرو۔“

[ابوداؤد: ۶۷۷ وسندہ صحیح، النسائی: ۸۱۶، اس حدیث کو ابن خزیمہ (۱۵۳۹) ابن حبان (الموارد: ۳۸۷) نے صحیح کہا ہے]

(۱۹) امام کی ذمہ داریاں

① امام اس وقت تک نماز پڑھنا شروع نہ کرے جب تک تمام صفیں سیدھی نہ ہو جائیں۔

سیدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہماری صفوں کو برابر

کرتے تھے جب ہم نماز پڑھنے کے لیے کھڑے ہوتے۔ جب صفیں برابر ہو جاتیں تو

(پھر) آپ ﷺ تکبیر کہتے۔ [ابوداؤد: ۶۶۵ وسندہ صحیح]

② امام کو چاہئے کہ خود بھی صفوں کو سیدھا کرے اور خوب مبالغہ کے ساتھ کرے۔

③ امام کو صفوں میں پھرنا چاہئے اور مقتدیوں کے کندھوں اور سینوں پر ہاتھ رکھے اور ان

سے کہے کہ سیدھے ہو جاؤ، آگے پیچھے نہ رہو۔ [ختم شد]

حافظ زبیر علی زئی

ہدیۃ المسلمین

اذان و اقامت کا مسنون طریقہ

[۹] عن أنس قال: أمر بلال أن يشفع الأذان وأن يوتر الإقامة إلا

الإقامة

(سیدنا) انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا گیا تھا کہ اذان دہری اور

اقامت اکہری کہیں، مگر اقامت (قد قامت الصلوٰۃ) کے الفاظ دوبار کہیں۔

[صحیح البخاری: ۸۵/۱ ج ۶۰۵ واللفظ لہ، صحیح مسلم: ۱۶۴/۱ ج ۳۷۸]

اسی حدیث کی ایک دوسری سند میں آیا ہے: أن رسول الله ﷺ أمر بلالاً

بے شک رسول اللہ ﷺ نے بلال کو حکم دیا تھا۔ [سنن النسائی مع حاشیۃ السندی: ج ۱ ص ۱۰۳ ج ۶۲۸]

فوائد: ① اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ اذان کے الفاظ درج ذیل ہیں:

الله أكبر الله أكبر ، الله أكبر الله أكبر - أشهد أن لا إله إلا الله ،

أشهد أن لا إله إلا الله - أشهد أن محمداً رسول الله ، أشهد أن

محمداً رسول الله - حي على الصلوٰۃ ، حي على الصلوٰۃ -

حي على الفلاح ، حي على الفلاح - الله أكبر الله أكبر -

لا إله إلا الله .

اور اقامت کے الفاظ درج ذیل ہیں:

الله أكبر ، الله أكبر - أشهد أن لا إله إلا الله - أشهد أن

محمداً رسول الله - حي على الصلوٰۃ - حي على الفلاح -

قد قامت الصلوٰۃ ، قد قامت الصلوٰۃ - الله أكبر ، الله أكبر -

لا إله إلا الله .

② مصنف عبدالرزاق کی ایک روایت میں آیا ہے: ”إن بلالاً كان يشي الأذان

۱: اس کا راوی ابراہیم النخعی مدلس ہے۔ [کتاب المدلسین للعراق ص ۲۴، ۳۵ و اسماء المدلسین للسیوطی ص ۹۳]
اس کی یہ روایت عن کے ساتھ ہے۔ مدلس کی عن والی روایت محدثین کے علاوہ دیوبندیوں اور بریلویوں کے نزدیک بھی ضعیف ہوتی ہے۔ [دیکھئے خزائن السنن: ۱/۱، فتاویٰ رضویہ: ۵/۲۴۵، ۲۶۶]
۲: اس کا دوسرا راوی حماد بن ابی سلیمان ہے۔ [دیکھئے مصنف عبدالرزاق: ۱/۳۶۲ ح ۹۰، ۱۷۰]
حماد مذکور مدلس ہونے کے ساتھ ساتھ مختلط بھی ہے۔ [طبقات المدلسین تحقیقی: ۲/۲۴۵]

لہذا معمر کی حماد مذکور سے روایت ضعیف ہے، عدم تصریح سماع کا مسئلہ علیحدہ ہے۔

اس طریقے سے عمل کیا جائے تو صحیح ہے ورنہ دہری اذان کا استدلال کرتے ہوئے، اقامت اس حدیث سے لینا اور اذان حدیث بلال سے لینا سخت ناانصافی ہے۔

اللہ تعالیٰ اتباع سنت کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

حافظ شیر محمد

سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ سے محبت

نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ ((أَوَّلُ جَيْشٍ مِنْ أُمَّتِي يُغْزُونَ الْبَحْرَ قَدْ أَوْجَبُوا))
میری اُمت کا پہلا لشکر جو سمندر میں جہاد کرے گا، ان (مجاہدین) کے لئے (جنت) واجب
ہے۔ [صحیح البخاری: ۲۹۲۴]

یہ جہاد سیدنا معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما (کی خلافت) کے زمانے میں ہوا تھا۔

[دیکھئے صحیح البخاری: ۶۲۸۲، ۶۲۸۳]

اور اس جہاد میں سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ شامل تھے۔ [دیکھئے صحیح بخاری: ۲۷۹۹، ۲۸۰۰]

آپ فتح مکہ سے کچھ پہلے یا فتح مکہ کے دن مسلمان ہوئے۔

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: میں بچوں کے ساتھ کھیل رہا تھا کہ اتنے میں
رسول اللہ ﷺ تشریف لائے۔ میں یہ سمجھا کہ آپ میرے لئے تشریف لائے ہیں لہذا
میں دروازے کے پیچھے چھپ گیا تو آپ نے میری کمر پھکی دے کر فرمایا:

((اذهب فادع لي معاوية)) وکان یکتب الوحي۔ إلخ

جاؤ اور معاویہ کو بلا لاؤ، وہ (معاویہ رضی اللہ عنہ) وحی لکھتے تھے۔ إلخ [دلائل النبوة للبيهقي ۲/۲۳۳ وسندہ حسن]
معلوم ہوا کہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کا تب وحی تھے۔ حافظ ابن عساکر لکھتے ہیں:

”حال المؤمنين وکاتب وحی رب العالمین، أسلم يوم الفتح“

مومنوں کے ماموں اور رب العالمین کی وحی لکھنے والے، آپ فتح مکہ کے دن مسلمان
ہوئے۔ [تاریخ دمشق ۲/۳۸۸]

جلیل القدر تابعی عبداللہ بن عبید اللہ بن ابی ملیکہ المکی رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ

معاویہ (رضی اللہ عنہ) نے عشاء کے بعد ایک رکعت وتر پڑھا، پھر ابن عباس (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا:

”أصاب إنه فقيه“ انھوں نے صحیح کیا ہے، وہ فقیہ ہیں۔ [صحیح بخاری: ۳۷۶۵]

اس روایت کے مقابلے میں طحاوی حنفی نے ”مالك بن يحيى الهمداني

(وثقه ابن حبان وحده): ثنا عبد الوهاب بن عطاء قال: أنا عمران بن حدير “

کی سند سے ایک منکر روایت بیان کی ہے۔ [دیکھئے شرح معانی الآثار ۲۸۹/۱]

یہ روایت صحیح بخاری کے مخالف ہونے کی وجہ سے مردود ہے اور طحاوی کا یہ کہنا کہ ابن عباس (رضی اللہ عنہ) نے ”انھوں نے صحیح کیا ہے“ بطور تقيہ کہا تھا، غلط ہے۔

صحابی عبدالرحمن بن ابی عمیرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے معاویہ (رضی اللہ عنہ) کے لئے فرمایا: ((اللهم اجعله هادياً مهدياً واهداً به)) اے اللہ! اسے ہادی مہدی بنادے اور اس کے ذریعے لوگوں کو ہدایت دے۔

[سنن الترمذی: ۳۸۴۲ وقال: ”هذا حديث حسن غريب“ التاريخ الكبير للبخاری: ۲۴۰/۵، طبقات ابن سعد

۲۸۷/۷، الآحاد والمثاني لابن أبي عاصم ۳۵۸/۲ ح ۱۱۲۹، مسند احمد ۲۱۶/۴ ح ۸۹۵، وهو حديث صحيح]

یہ روایت مروان بن محمد وغیرہ نے سعید بن عبدالعزیز سے بیان کر رکھی ہے اور مروان کی سعید سے روایت صحیح مسلم میں ہے۔ [دیکھئے ۱۰۴۳/۱۰۸ وترقیم دارالسلام: ۲۴۰۳]

لہذا ثابت ہوا کہ سعید بن عبدالعزیز نے یہ روایت اختلاط سے پہلے بیان کی ہے۔ نیز دیکھئے الصحیح (۱۹۶۹)

اُمّ علقمہ (مرجانہ) سے روایت ہے کہ معاویہ بن ابی سفیان (رضی اللہ عنہما) مدینہ تشریف لائے تو (سیدہ) عائشہ (رضی اللہ عنہا) سے رسول اللہ ﷺ کی چادر اور بال مانگا۔ پھر انھوں نے چادر اوڑھ لی اور بال پانی میں ڈبو کر وہ پانی پیا اور اپنے جسم پر بھی ڈالا۔

[تاریخ دمشق ۶۲/۱۰۶ وسندہ حسن، مرجانہ وثقھا العلی وابن حبان]

مسور بن مخرمہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ وہ ایک وفد کے ساتھ معاویہ بن ابی سفیان (رضی اللہ عنہما) کے پاس گئے تو انھوں (معاویہ رضی اللہ عنہ) نے ان (مسور رضی اللہ عنہ) کی ضرورت پوری کی پھر تھلے میں بلا کر کہا: تمھارا حکمرانوں پر طعن کرنا کیا ہوا؟ مسور نے کہا: یہ چھوڑیں اور اچھا سلوک کریں جو ہم پہلے بھیج چکے ہیں۔ معاویہ نے کہا: نہیں، اللہ کی قسم! تمھیں اپنے بارے میں

بتانا پڑے گا اور تم مجھ پر جو تنقید کرتے ہو۔ مسور نے کہا: میں نے اُن کی تمام قابلِ عیب باتیں (غلطیاں) انھیں بتا دیں۔ معاویہ نے کہا: کوئی بھی گناہ سے بری نہیں ہے۔ اے مسور! کیا تمھیں پتا ہے کہ میں نے عوام کی اصلاح کی کتنی کوشش کی ہے، ایک نیکی کا اجر دس نیکیوں کے برابر ملے گا۔ یا تم گناہ ہی گنتے رہتے ہو اور نیکیاں چھوڑ دیتے ہو؟ مسور نے کہا: نہیں، اللہ کی قسم! ہم تو انھی گناہوں کا ذکر کرتے ہیں جو ہم دیکھتے ہیں۔ معاویہ نے کہا: ہم اپنے ہر گناہ کو اللہ کے سامنے تسلیم کرتے ہیں۔ اے مسور! کیا تمھارے ایسے گناہ ہیں جن کے بارے میں تمھیں یہ خوف ہے کہ اگر بخشے نہ گئے تو تم ہلاک ہو جاؤ گے؟ مسور نے کہا: جی ہاں۔ معاویہ نے کہا: کس بات نے تمھیں اپنے بارے میں بخشش کا مستحق بنا دیا ہے اور میرے بارے میں تم یہ امید نہیں رکھتے؟ اللہ کی قسم! میں تم سے زیادہ اصلاح کی کوشش کر رہا ہوں لیکن اللہ کی قسم! دو باتوں میں صرف ایک ہی بات کو اختیار کرتا ہوں۔ اللہ اور غیر اللہ کے درمیان صرف اللہ کو ہی چُنتا ہوں۔ میں اس دین پر ہوں جس میں اللہ عمل قبول فرماتا ہے، وہ نیکیوں اور گناہوں کا بدلہ دیتا ہے سوائے اس کے کہ وہ جسے معاف کر دے۔ میں ہر نیکی کے بدلے یہ اُمید رکھتا ہوں کہ اللہ مجھے کئی گنا اجر عطا فرمائے گا۔ میں ان عظیم اُمور کا سامنا کر رہا ہوں جنھیں میں اور تم دونوں گن نہیں سکتے۔ میں نے اقامتِ صلوٰۃ کا نظام، جہاد فی سبیل اللہ اور اللہ کے نازل کردہ احکامات کا نظام قائم کر رکھا ہے اور ایسے بھی کام ہیں اگر میں انھیں تمھیں بتا دوں تو تم انھیں شمار نہیں کر سکتے، اس بارے میں فکر کرو۔

مسور (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ میں جان گیا کہ معاویہ (رضی اللہ عنہ) مجھ پر اس گفتگو میں غالب ہو گئے۔ عروہ بن الزبیر فرماتے ہیں کہ اس کے بعد کبھی نہیں سنا گیا کہ مسور (رضی اللہ عنہ) نے معاویہ (رضی اللہ عنہ) کی کبھی مذمت کی ہو۔ وہ تو اُن کے لئے دعائے مغفرت ہی کیا کرتے تھے۔

[تاریخ بغداد ج ۱ ص ۲۰۸، ۲۰۹ ت ۲۸ و سندہ صحیح]

امام جعفر الصادق نے ”قاسم بن محمد قال قال معاویۃ بن ابی سفیان“ کی سند سے ایک حدیث بیان کی ہے جس میں آیا ہے کہ قاسم بن محمد (بن ابی بکر) نے فرمایا:

فتعجب الناس من صدق معاوية “پس لوگوں کو معاویہ (رضی اللہ عنہ) کی سچائی پر بڑا تعجب ہوا۔ [تاریخ دمشق ۶۲/۱۱۵ و سندہ حسن]

اس روایت سے معلوم ہوا کہ امیر معاویہ (رضی اللہ عنہ) لوگوں کے نزدیک سچے تھے۔
سیدنا عبداللہ بن عباس (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا: ”ما رأیت رجلاً کان أخلق یعنی للملك من معاوية“ میں نے معاویہ سے زیادہ حکومت کے لئے مناسب (خلفائے راشدین کے بعد) کوئی نہیں دیکھا۔ [تاریخ دمشق ۶۲/۱۲۱ و سندہ صحیح مصنف عبدالرزاق ۴۵۳/۱۱ ح ۲۰۹۸۵]
عرباض بن ساریہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
(اللهم علم معاوية الكتاب والحساب، وقه العذاب))
اے میرے اللہ! معاویہ کو کتاب و حساب سکھا اور اُسے عذاب سے بچا۔

[مسند احمد ۴/۱۲۷ ح ۱۷۱۵۲، و سندہ حسن، صحیح ابن خزیمہ: ۱۹۳۸]

(حارث بن زیاد و یونس بن سیف صدوقان لا یزول حدیثاً عن درجۃ الحسن والجرح فیہما مردود)
امیر معاویہ (رضی اللہ عنہ) ساٹھ ہجری (۶۰ھ) میں فوت ہوئے۔
صحابہ کرام کے درمیان اجتہادی وجوہ سے جو جنگیں ہوئیں اُن میں سکوت کرنا چاہئے۔
امام اہل سنت احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے فرمایا: جب تم کسی ایسے شخص کو دیکھو جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام پر اکہتا ہے تو اس کے اسلام پر تہمت لگاؤ۔

[مناقب احمد لابن الجوزی ص ۱۶۰ و سندہ صحیح، تاریخ دمشق ۶۲/۱۳۴]

امام معافی بن عمران الموصلی رحمہ اللہ (متوفی ۱۸۵ھ) سے امیر معاویہ (رضی اللہ عنہ) کے بارے میں پوچھا گیا تو انھوں نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کے ساتھ کسی کو بھی برابر قرار نہیں دیا جاسکتا۔ معاویہ (رضی اللہ عنہ) آپ کے صحابی، ام المؤمنین ام حبیبہ (رضی اللہ عنہا) کے بھائی، آپ کے کاتب اور اللہ کی وحی (لکھنے) کے امین ہیں۔

[تاریخ بغداد ۲۰۹/۱ و سندہ صحیح، الحدیث: ۱۹ ص ۵۷، تاریخ دمشق ۶۲/۱۳۳]

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے فرمایا: ”من تنقص أحداً من أصحاب رسول الله ﷺ“

فلا ينطوى إلا على بلية، وله خبيثة سوء إذا قصد إلى خير الناس وهم أصحاب رسول الله ﷺ، “جو شخص رسول اللہ ﷺ کے صحابہ میں سے کسی ایک کی تنقیص کرے تو وہ اپنے اندر مصیبت چھپائے ہوئے ہے۔ اس کے دل میں بُرائی ہے جس کی وجہ سے وہ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ پر حملہ کرتا ہے حالانکہ وہ (انبیاء کے بعد) لوگوں میں سب سے بہترین تھے۔ [السنة للخلال ۲/۷۷ ح ۵۸۷ وقال الحق: إسناده صحيح]

ابراہیم بن میسرہ الطائفی رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے کسی انسان کو نہیں مارا سوائے ایک انسان کے جس نے معاویہ (رضی اللہ عنہ) کو گالیاں دی تھیں، انھوں نے اسے کئی کوڑے مارے۔ [تاریخ دمشق ۶۲/۱۳۵ اسنادہ صحیح]

نیز دیکھئے ماہنامہ الحدیث: ۲۶ ص ۲۸، ۲۷

مسند فقہی بن مخلد میں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی بیان کردہ ایک سوتریٹھ (۱۶۳) حدیثیں موجود ہیں۔ دیکھئے سیر اعلام النبلاء (۱۶۲/۳)

امیر معاویہ سے جریر بن عبداللہ الجلی، السائب بن یزید الکندی، عبداللہ بن عباس، معاویہ بن حدیج اور ابوسعید الخدری وغیرہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین ابوالشعثاء جابر بن زید، حسن بصری، سعید بن المسیب، سعید المقبری، عطاء بن ابی رباح، محمد بن سیرین، محمد بن علی بن ابی طالب المعروف بابن الحنفیہ، ہمام بن منبہ اور ابوسلمہ بن عبدالرحمن بن عوف وغیرہ تابعین رحمہم اللہ نے روایت بیان کی ہے۔

[دیکھئے تہذیب الکمال ۱۸/۲۰۱، ۲۰۲]

اہل السنۃ والجماعۃ کے نزدیک تمام صحابہ عادل (روایت میں سچے) ہیں۔

[اختصار علوم الحدیث لابن کثیر ۲/۴۹۸]

ان کے درمیان جو اجتہادی اختلافات اور جنگیں ہوئی ہیں، ان میں وہ معذور و ماجور ہیں اور ہمیں اس بارے میں مکمل سکوت کرنا چاہئے۔ اے اللہ! ہمارے دلوں کو تمام صحابہ کی محبت سے بھر دے اور ان کی توہین و تنقیص سے بچا۔ آمین رضی اللہ عنہم اجمعین

حافظ ندیم ظہیر

احسن الحدیث

مباشرت سے قبل طلاق

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نَكَحْتُمُ الْمُؤْمِنَاتِ ثُمَّ طَلَقْتُمُوهُنَّ مِنْ قَبْلِ أَنْ تَمْسُوهُنَّ فَمَا لَكُمْ عَلَيْهِنَّ مِنْ عِدَّةٍ تَعْتَدُونَهَا فَمَتَّعُوهُنَّ وَسِرَّ حَوْهُنَّ سَرَاحًا جَمِيلًا﴾
اے ایمان والو! جب تم مومن عورتوں سے نکاح کرو پھر انھیں چھونے سے قبل طلاق دے دو تو تمھارے لئے ان پر کوئی عدت نہیں ہے جس کے پورا ہونے کا تم مطالبہ کر سکو لہذا (اسی وقت) انھیں کچھ دے دلا کر بھلے طریقے سے رخصت کر دو۔ (الاحزاب: ۴۹)

فقہ القرآن

اس آیت میں مسائل طلاق میں سے ایک مسئلے کا بیان ہے اور اسی مسئلے کے چند پہلو درج ذیل ہیں:

☆ امام بخاری رحمہ اللہ مذکورہ آیت سے استدلال کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”لا طلاق قبل النکاح“ نکاح سے پہلے طلاق نہیں ہے۔ (صحیح بخاری بعد ج ۵۲۶۸)

☆ مباشرت سے قبل طلاق دینا جائز ہے۔

☆ اگر ہمبستری سے پہلے طلاق دے دی جائے تو عورت پر کوئی عدت نہیں ہے۔ عورت کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ طلاق کے فوراً بعد جس سے چاہے نکاح کر لے۔

☆ اگر مباشرت سے پہلے طلاق دی ہے اور حق مہر بھی مقرر تھا تو اس میں سے نصف کی ادائیگی ضروری ہے۔ دیکھئے سورۃ البقرۃ: ۲۳۷

☆ اگر مباشرت سے پہلے طلاق دی ہے اور حق مہر بھی مقرر تھا تو اس میں سے نصف کی ادائیگی ضروری ہے۔ دیکھئے سورۃ البقرۃ: ۲۳۷

☆ اگر مباشرت سے پہلے طلاق دی ہے اور حق مہر بھی مقرر تھا تو اس میں سے نصف کی ادائیگی ضروری ہے۔ دیکھئے سورۃ البقرۃ: ۲۳۷

☆ اگر مباشرت سے پہلے طلاق دی ہے اور حق مہر بھی مقرر تھا تو اس میں سے نصف کی ادائیگی ضروری ہے۔ دیکھئے سورۃ البقرۃ: ۲۳۷

☆ اگر مباشرت سے پہلے طلاق دی ہے اور حق مہر بھی مقرر تھا تو اس میں سے نصف کی ادائیگی ضروری ہے۔ دیکھئے سورۃ البقرۃ: ۲۳۷

☆ اگر مباشرت سے پہلے طلاق دی ہے اور حق مہر بھی مقرر تھا تو اس میں سے نصف کی ادائیگی ضروری ہے۔ دیکھئے سورۃ البقرۃ: ۲۳۷

☆ اگر مباشرت سے پہلے طلاق دی ہے اور حق مہر بھی مقرر تھا تو اس میں سے نصف کی ادائیگی ضروری ہے۔ دیکھئے سورۃ البقرۃ: ۲۳۷

☆ اگر مباشرت سے پہلے طلاق دی ہے اور حق مہر بھی مقرر تھا تو اس میں سے نصف کی ادائیگی ضروری ہے۔ دیکھئے سورۃ البقرۃ: ۲۳۷

☆ اگر مباشرت سے پہلے طلاق دی ہے اور حق مہر بھی مقرر تھا تو اس میں سے نصف کی ادائیگی ضروری ہے۔ دیکھئے سورۃ البقرۃ: ۲۳۷

☆ اگر مباشرت سے پہلے طلاق دی ہے اور حق مہر بھی مقرر تھا تو اس میں سے نصف کی ادائیگی ضروری ہے۔ دیکھئے سورۃ البقرۃ: ۲۳۷

☆ اگر مباشرت سے پہلے طلاق دی ہے اور حق مہر بھی مقرر تھا تو اس میں سے نصف کی ادائیگی ضروری ہے۔ دیکھئے سورۃ البقرۃ: ۲۳۷

☆ اگر مباشرت سے پہلے طلاق دی ہے اور حق مہر بھی مقرر تھا تو اس میں سے نصف کی ادائیگی ضروری ہے۔ دیکھئے سورۃ البقرۃ: ۲۳۷

☆ اگر مباشرت سے پہلے طلاق دی ہے اور حق مہر بھی مقرر تھا تو اس میں سے نصف کی ادائیگی ضروری ہے۔ دیکھئے سورۃ البقرۃ: ۲۳۷

☆ اگر مباشرت سے پہلے طلاق دی ہے اور حق مہر بھی مقرر تھا تو اس میں سے نصف کی ادائیگی ضروری ہے۔ دیکھئے سورۃ البقرۃ: ۲۳۷

☆ اگر مباشرت سے پہلے طلاق دی ہے اور حق مہر بھی مقرر تھا تو اس میں سے نصف کی ادائیگی ضروری ہے۔ دیکھئے سورۃ البقرۃ: ۲۳۷

☆ اگر مباشرت سے پہلے طلاق دی ہے اور حق مہر بھی مقرر تھا تو اس میں سے نصف کی ادائیگی ضروری ہے۔ دیکھئے سورۃ البقرۃ: ۲۳۷

☆ اگر مباشرت سے پہلے طلاق دی ہے اور حق مہر بھی مقرر تھا تو اس میں سے نصف کی ادائیگی ضروری ہے۔ دیکھئے سورۃ البقرۃ: ۲۳۷

☆ اگر مباشرت سے پہلے طلاق دی ہے اور حق مہر بھی مقرر تھا تو اس میں سے نصف کی ادائیگی ضروری ہے۔ دیکھئے سورۃ البقرۃ: ۲۳۷

فضل اکبر کا شیریں مولانا شمس الحق عظیم آبادی رحمۃ اللہ علیہ

نام و نسب: ابو الطیب محمد شمس الحق بن امیر علی بن مقصود علی بن غلام حیدر بن ہدایت اللہ بن محمد زاہد بن نور محمد بن علاء الدین ڈیانوی عظیم آبادی

ولادت: ۲۷ ذوالقعدہ ۱۲۷۳ھ بمطابق جولائی ۱۸۵۷ء عظیم آباد۔ ڈیانہ، ہندوستان
اساتذہ: قاضی بشیر الدین قنوجی، سید نذیر حسین دہلوی، شیخ حسین بن محسن السبعی الانصاری
الیمینی اور خیر الدین ابوالبرکات نعمان بن محمود آلکوسی وغیرہم
تدریس: ۱۳۰۳ھ کے بعد آپ نے اپنے علاقے میں وفات تک تدریس، خطابت اور افتاء کی ذمہ داری سنبھالی۔

تلامذہ: ابو القاسم سیف بناری، ابو سعید شرف الدین الدہلوی، فضل اللہ المدراسی اور عبد الحمید سوہدروی وغیرہم

تصانیف: اعلام اہل العصر باحکام رکعتی الفجر، التحقیقات العللی باثبات فرضیۃ الجمعیۃ فی القرئی، التعلیق المغنی علی سنن الدارقطنی، رفع الالتباس عن بعض الناس، عقود الجمان فی جواز تعلیم الکتابۃ للنسوان (فارسی) عون المعبود علی سنن ابی داود، غایۃ المقصود فی حل سنن ابی داود (نامکمل) الوجازہ فی الاجازہ اور غنیۃ الامعی وغیرہ

دیگر علمی خدمات: سنن دارقطنی کی طباعت، خلق افعال العباد للبخاری، اور کتاب العرش والعلوم لذہبی کی طباعت میں تعاون اور فتاویٰ وغیرہ

علمی مقام: آپ کی توثیق و تعریف پر اتفاق ہے۔ آپ کے شیخ قاضی حسین بن محسن الیمانی (متوفی ۱۳۲۷ھ) نے آپ کے بارے میں کہا: ”شیخ الإسلام والمسلمین، إمام المحققین والأئمة المدققین...“ (عون المعبود ۵۵۴/۴ و حیاة الحدیث شمس الحق و أعمالہ للشیخ المحقق الصالح الثقف محمد عزیز شمس السنائی ص ۵۴ واللفظ لہ) حکیم عبدالحی الحسنی نے کہا: ”الشیخ العالم الکبیر المحدث... أحد العلماء العاملين وعباد الله الصالحين“ (نزہۃ الخواطر ۱۹۴/۸)

وفات: ۱۹ ربیع الاول ۱۳۲۹ھ بمطابق ۲۱ مارچ ۱۹۱۱ء رحمہ اللہ رحمة واسعة